فوری توجہ طلب چند
اصلاحی مقالات کا مجموعہ

خدا کو یاد کر پیارے

تحریر
شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

مرتب
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

اسٹیٹ پوائنٹ

1- کلومیٹر رائیونڈ روڈ نزد پرائیڈ
پبلک سکول ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

اندھیرا گھر، اکیلی جان ، دم گھٹتا ، دل اکتا تا
خُدا کو یاد کر پیارے ، وہ ساعت آنے والی ہے

فوری توجہ طلب چند اصلاحی مقالات کا مجموعہ

تحریر
شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

مرتب
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

نام کتاب ——— خدا کو یاد کر پیارے

تحریر ——— محمد عبدالحکیم شرف قادری

ترتیب ——— ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری

کمپوزنگ ——— الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ لاہور فون #7154080

طباعت ——— ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ/ مئی ۲۰۰۶ء

باہتمام ——— حافظ نثار احمد قادری

ناشر ——— مکتبہ قادریہ، لاہور

تعداد ——— ایک ہزار

تقسیم کار

مکتبہ رضویہ، داتا دربار مارکیٹ، نزد ستا ہوٹل، لاہور

فون نمبر 7226193

فہرست مقالات

تحریر: مولانا محمد ضیاء الرحمٰن قادری، انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ○ (القرآن)

اور اس شخص سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیئے، جس نے ہمیں مسلکِ اہل سنت و جماعت کے مطابق صحیح عقائد اپنانے کی توفیق عطا فرمائی، اور درود وسلام ہو ہمارے رؤف و رحیم آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر۔

آج کے دور میں صحیح عقیدے پر کاربند ہونا اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ پھر جسے اعمال صالحہ کی توفیق بھی ملے اسے چاہیے کہ شکر کے سجدے بجالائے۔ عقیدے کی درستگی ہی نیک اعمال کی قبولیت کی بنیاد ہے، ورنہ نیک اعمال کتنے ہی کیوں نہ ہوں کسی کام کے نہیں، اور جسے درست عقیدے کی اتباع نصیب ہو جائے، اسے فرائض اور واجبات کے بعد نوافل اور مستحب اعمال کی طرف بڑے اہتمام سے توجہ کرنی چاہیے، اور بے مقصد کاموں سے احتراز کرنا چاہیے، کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

''مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ''

آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مقصد چیزوں کو چھوڑ دے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت ایمان کی جان ہے، اس لئے بندہ مومن کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے ذکر کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرنی چاہیے، اس کے بعد حضور ﷺ کی نعت شریف لکھنے، سننے یا سنانے کا اہتمام کرنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ کی محبت کو تو اجاگر کیا جائے اور آپ کی نعت سنی اور سنائی جائے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر اور اس کی خشیت کو فراموش کر دیا جائے، اور ایسا بھی نہ ہو کہ مستحبات کو تو مضبوطی سے تھاما جائے، لیکن فرائض اور واجبات کو اہمیت نہ دی جائے، یہ ساری باتیں کسی طرح بھی درست نہیں، کیونکہ ایمان صرف امید کا نام نہیں، بلکہ ایمان تو خوف اور امید کے درمیان ہے۔

راقم الحروف کے مشاہدے میں بعض لوگوں کے کچھ ایسے معمولات اور اقوال آئے جو اصلاح طلب تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق اور فضل وکرم سے بعض امور کی اصلاح کی طرف برموقع توجہ مبذول کرادی، جبکہ بعض دیگر امور اور معاملات کی اصلاح کے لئے چند مقالے تحریر کئے، گزشتہ دنوں عزیز القدر علامہ محمد اسلم شہزاد حفظہ اللہ تعالیٰ ڈائریکٹر جنرل حضرت سلطان باہو ٹرسٹ لاہور نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ان مقالات کو جمع کر کے سلطان باہو ٹرسٹ کی طرف سے شائع کر کے کثیر تعداد میں مفت تقسیم کیا جائے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اور سلطان باہو ٹرسٹ کے تمام منصوبوں میں برکتیں عطا فرمائے درج ذیل سطور میں مذکورہ بالا مقالوں کا مختصر تعارف پیش ہے:

(۱) خدا کو یاد کر پیارے (پہلی قسط) رموز، سوئے حجاز لاہور (فروری ۲۰۰۴ء) النعیم کراچی (مئی ۲۰۰۴ء) کاروان قمر، کراچی (جون ۲۰۰۴ء) النظامیہ لاہور (فروری، مارچ ۲۰۰۴ء) ماہنامہ وائس آف ضیاء الاسلام (مارچ، اپریل ۲۰۰۵ء) میں شائع ہوئی، مضمون کے شائع ہوتے ہی بعض احباب نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور مضمون کے بارے میں اپنے تاثرات کا تحریری طور پر اظہار کیا چند تاثرات حسب ذیل ہیں:

مولانا حافظ محمد سعد اللہ صاحب ایڈیٹر سہ ماہی منہاج، لاہور نے راقم کے نام اپنے مکتوب میں تاثرات کا یوں اظہار کیا: سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ ماھنامہ سوئے حجاز لاہور کے گزشتہ شمارے فروری ۲۰۰۴ء میں آنجناب کے فکر انگیز اور دردآمیز مضمون ''خدا کو یاد کر پیارے'' کو پڑھنے کے بعد اس کے بارے میں اپنے تاثرات اور چند معروضات آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس مضمون میں آنجناب نے اللہ جل شانہ کی ازلی وابدی عظمت وکبریائی کے بارے میں افراط وتفریط اور اس کے محبوب مکرم ﷺ کی محبت وعقیدت میں غلو کے بارے میں جس دردوسوز اور مدلل واحسن انداز میں تمام اہل اسلام خصوصاً وارثان منبر ومحراب کو توجہ دلائی ہے وہ لائق تحسین وتبریک ہے، توحید ورسالت

کے بارے میں جس افراط وتفریط اور غلو کی نشاندہی آپ نے فرمائی اور اپنے چشم دید واقعات سے پردہ اٹھایا، اس پر کئی اہل علم ودرد، قلق واضطراب محسوس کرتے تھے مگر ''وھابیت'' اور ''دیوبندیت'' کے فتوے سے ڈر کر اپنے اس قلق کا برملا اظہار نہیں کر پاتے تھے، آنجناب نے اس چیز کا برملا اظہار کر کے ایمانی جرأت اور اعلاء کلمۃ الحق کا مظاہرہ فرما کر علماء حق کا کردار ادا کیا ہے، جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً'' (تحریر 17/ مارچ 2004ء)

بعض لوگ رحمت عالم ﷺ کے ساتھ محبت کا دعوی کر کے اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف خدا سے بے اعتنائی برتتے ہیں اور حضور ﷺ کی شفاعت کی امید میں اتنا آگے بڑھ جاتے ہیں کہ عمل میں کمی کو معمولی بات سمجھ لیتے ہیں، ایسے خوش فہم لوگوں کی فکر درست کرنے کے لیے یہ مقالہ لکھا گیا تھا جس کی تائید کراچی سے جواں سال اور بلند فکر سکالر پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب اپنے گرامی نامہ (محررہ ۱۷/ مارچ ۲۰۰۴ء) میں لکھتے ہیں:

کاروان قمر کے لیے جناب نے ''خدا کو یاد کر پیارے'' کے عنوان سے جو پیارا سا مبنی بر حقائق مضمون عنایت فرمایا، اس پر جناب کا تہِ دل سے ممنون ہوں، برادرم محمد صحبت خان صاحب بھی شکریہ ادا کرتے ہیں، اس مضمون میں جو تلخ حقائق مہر ومحبت کی زبان میں بیان ہوئے ہیں، اس سے نہ صرف اصلاح ہوگی، بلکہ نئے لکھنے والے بھی اپنی تحریروں کے لئے ایک نیا عنوان اور نیا رخ پالیں گے، آپ نے کلمہ حق بلند کر کے حضرت مجدد ہی نہیں بلکہ حضراتِ مجددینِ اسلام کے مشن کو زندہ فرمایا ہے۔''

کراچی سے ہی محترم سید صبیح الدین رحمانی مدیر ''سہ ماہی نعت رنگ'' کراچی نے اپنے تاثرات کا یوں اظہار کیا ہے'' آپ نے عالم دین ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے درست سمت میں رہنمائی کا فریضہ ادا فرمایا، ذرا غور کرنے پر ہمیں اپنے گردوپیش میں ایسے کئی مسائل نظر آتے ہیں، مگر ہم اپنی مصلحتوں اور مفادات کے حصار میں ان سے نظریں چراتے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ ابھی ہمارے علماء میں آپ جیسے جرأت مند اور دینی حمیت

رکھنے والے علماء موجود ہیں، جو ہماری غفلتوں سے نجات دلانے کے لئے فکر مند ہیں، کاش ہمارے تمام علماء و مشایخ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اس طرح کا قلمی ولسانی جہاد فرمائیں۔

ماہنامہ کاروان قمر (کراچی) کے مدیر اعلیٰ محترم محمد صحبت خان کوہاٹی حفظہ اللہ تعالیٰ نے جون ۲۰۰۴ء کے شمارے میں قارئین کے خطوط والے حصے کے آخر میں راقم الحروف کے مضمون کے حوالے سے محبت بھرے دعائیہ کلمات تحریر فرمائے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، فاضل موصوف لکھتے ہیں: ’’بے شمار احباب نے خطوط، ٹیلیفون اور بالمشافہ ملاقاتوں میں شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے مضمون ’’خدا کو یاد کر پیارے‘‘ کو بے حد پسند کیا، ان کے علم وعمل اور صحت وعافیت میں برکتوں کے لئے دعائیں کیں، رب کریم ہمارے اس عظیم عالم، استاذ، مصنف، محقق، اور محدث کو عزتیں اور عظمتیں عطا فرمائے، ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے اور ان کے چشمۂ شیریں سے فیضیاب فرمائے (آمین)

مولانا مفتی محمد علی اقتدار صاحب نے سوئے حجاز میں راقم کا مضمون پڑھا تو انہوں نے مذکورہ ماہنامے کے مدیر اعلیٰ کے نام ایک مکتوب ارسال کیا جس میں اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہوئے لکھا۔

تمام مضامین معیاری اور جامع تھے، خصوصاً حضرت قبلہ شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ کا مضمون ’’خدا کو یاد کر پیارے‘‘ ایک ایسا مضمون تھا جو اس موضوع پر فرد ہے۔ بندہ کی طرف سے حضرت شیخ الحدیث صاحب کو ایسا مضمون لکھنے پر مبارک ہو، اللہ کریم حضرت صاحب کا سایہ تادیر اہل سنت وجماعت پر قائم رکھے۔‘‘

لاہور سے محترم محمد فاروق جمال چشتی نظامی نے کاروانِ قمر میں مقالہ ’’خدا کو یاد کر پیارے‘‘ پڑھا تو محترم جناب محمد صحبت خان کے نام اپنے خط میں اس مضمون کے حوالے سے اپنا تاثر تحریر کرتے ہوئے لکھا:

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کا مضمون تو پورے شمارہ کی سمجھ لیں جان ہے، انہوں نے خوبصورت انداز سے ایک اچھوتا موضوع نہایت آسان پیرائے میں سمو دیا''۔

راقم کے مضمون ''خدا کو یاد کر پیارے'' کی پہلی قسط پر ارباب صحافت اور قارئین کے تاثرات آپ نے ملاحظہ کیے، لیکن راقم کے ایک قدیمی شناسا اور محب گرامی قدر جناب محمد سلیم چودھری (تربیلہ ڈیم) نے مذکورہ بالا مضمون پر اپنے چند تحفظات کا اظہار کیا۔ راقم نے ان کے شبہات دور کرنے کے لیے جوابی خط ارسال کیا اس جوابی مراسلے کی افادیت کے پیش نظر اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

راقم نے موصوف کو سلام ودعا کے بعد لکھا:

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا اور آپکی تشویش کے متعلق معلوم کر کے مجھے بھی تشویش لاحق ہوئی، راقم نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں مقالے کے پہلے حصے میں لکھا ہے کہ اگر آپ کا واسطہ درمیان میں نہ رہے تو نہ ہمارا ایمان رہے گا اور نہ ہی وجود رہے گا۔

آپ کہیں گے کہ پھر تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ تو میں نے مقالے کے دوسرے حصے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو تعلق ہونا چاہیے اور اس کے بارے میں جو اہتمام ہونا چاہیے، وہ ہمارے ہاں عام طور پر نہیں پایا جاتا۔ آپ نے ایک نکتے سے اختلاف کی نشاندہی کی ہے، یہ نہیں بتایا باقی نکات میں آپ متفق ہیں یا نہیں؟ مثلاً ایک صاحب نے نماز کے بعد درود شریف بصیغۂ ندا پڑھا پھر یارسول اللہ انظر حالنا پڑھا پھر درود شریف پڑھ کر منہ پہ ہاتھ پھیر لیا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہی نہیں مانگی، اسی طرح ایک صاحب نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سب کام فرشتوں کے ذمے لگا دئے اور خود فارغ ہو کر ایک ہی کام کرتا ہوں اور وہ ہے اپنے محبوب کی تعریف —— کیا یہی اسلام کی تعلیم ہے؟

آپ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا شعر نقل کیا ہے کعبہ کا نام تک نہ لیا۔ اسی طرح

حضرت محبوب الٰہی کا فرمان اس صورت میں ہے جب فریضۂ حج ادا کر لیا ہو، پھر آدمی صرف مدینہ طیبہ کا ارادہ کر کے سفر کرے تو درست ہے، لیکن اس سفر میں بھی نیت یہی ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''جاؤک'' کی تعمیل کر رہا ہوں، عرض یہ کرنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا تعلق باقی نہ رہے تو توجہ کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے، حدیث شریف آپ کے علم میں ہے: ''فمن کانت ھجرته إلی الله ورسوله فھجرته الی الله ورسوله (الحدیث) سفر مدینہ طیبہ میں نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اقدس ﷺ کے حکم کی تعمیل میں جا رہا ہوں۔

شیخ حمید بنگالی کے بارے میں جو عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ میری سمجھ سے باہر ہے، جس بزرگ نے یہ فرمایا کہ: جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اس میں دوسرے کی محبت کیسے سما سکتی ہے؟ یہ واضح مغالطہ ہے کیونکہ دو متضاد چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ متناسب اشیاء کا جمع ہونا ممنوع نہیں ہے، حضور اقدس ﷺ کی سچی محبت اور اللہ تعالیٰ کی محبت لازم و ملزوم ہیں پھر آپ کی محبت بھی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا تاکیدی حکم دیا ہے۔

امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیں حضور اقدس ﷺ کے بغیر سمجھ ہی نہیں آ سکتا، اب چاہے آپ فرمائیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یا آپ خود حکم دیں، دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ما آتاکم الرسول فخذوه (الآیۃ)

لیکن محبت دو ذاتوں کی ایک کیسے ہو سکتی ہے؟ جیسے کہ راقم نے اپنے مقالے میں بیان کیا ہے، آپ نے غور کیا کہ انہیں جواب دینے والے بزرگ نے فرمایا کہ حضور انور کی محبت عین حق کی محبت ہے، جیسے کہ آیت میں ہے: من یطع الرسول فقد اطاع الله (الآیۃ) دعویٰ ہے کہ آپ کی محبت عین حق کی محبت ہے، دلیل میں اطاعت کو لا رہے ہیں ظاہر ہے کہ محبت اور اطاعت دو الگ الگ چیزیں ہیں، پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ جو لوگ

فی زمانہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت ہی اللہ کی محبت ہے، ان کا کردار کیا ہے؟ اکثر وہ ہیں جو نعتیں پڑھتے اور سنتے ہیں، محافلِ نعت منعقد کرتے ہیں، محافل میلاد منعقد کرتے ہیں اور اپنے خیال میں حضور ﷺ کی محبت کا حق ادا کر رہے ہیں اور چونکہ حضور ﷺ کی محبت ہی اللہ کی محبت ہے لہذا اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا ہو گیا، اس کے باوجود داڑھی مونچھ صاف، نہ نماز نہ روزہ، میں دیانت داری سے سمجھتا ہوں کہ اس قوم کو اگر نہ سمجھایا گیا تو ہم سے باز پرس ہوگی۔

آپ مقالے کے دونوں حصوں کو سامنے رکھیں، اصل میں ہمارے نعت خوان اور خطباء نے ''فاتبعونی'' کو غائب ہی کر دیا ہے، اس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

(۲) خدا کو یاد کر پیارے (دوسری قسط)

یہ مضمون مختلف مجلات کو چھاپنے کے لئے ارسال کیا ہوا ہے، ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور اور ماہنامہ نوائے اساتذہ، لاہور ماہنامہ ضیاء الاسلام (نومبر ۲۰۰۴) میں شائع ہو گیا ہے، امید ہے کہ باقی رسائل بھی اپنی گنجائش کے مطابق اسے شائع کریں گے، ان شاللہ تعالیٰ۔

(۳) رحمتِ عالم ﷺ اور خشیت الٰہی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی ہمہ جہت شخصیت کے دو بنیادی پہلو ہیں رسالت اور عبدیت، بعض مقررین حضرات آپ ﷺ کی عظمت، شان اور رفعت قدر کو تو بہت جوش و خروش سے بیان کرتے ہیں، لیکن آپ کی شخصیت کے دوسرے پہلو عبدیت کو غیر شعوری طور پر نظر انداز کر جاتے ہیں، یہ بات ہر گز مناسب نہیں، حضور ﷺ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے حبیب اور مقرب بندے ہیں بلکہ خوف خدا رکھنے والے بندگان خدا کے امام بھی ہیں۔ حضور ﷺ کی عظیم الشان عبدیت آپ کی بلند و بالا شان کے منافی نہیں، مذکورہ بالا مضمون مقررین حضرات کی توجہ حضور نبی کریم ﷺ کی شخصیت کے ایک اہم پہلو خشیت الٰہی کی

طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے لکھا گیا، تاکہ عوام میں حضور ﷺ کی حیاتِ اقدس کے اس پہلو کی اتباع کا بھی جذبہ پیدا ہو، یہ مقالہ ماہنامہ جام عرفان ھری پور (ستمبر اور اکتوبر ۱۹۹۶) میں شائع ہوا، بعد میں راقم کے لکھے ہوئے ''مقالات سیرت طیبہ'' میں بھی طبع ہوا۔

(۴) محافل میلاد اور غیر مستند روایات

ربیع الاول شریف کے مہینے میں بعض خطباء حضرات علامہ ابن حجر مکی ھیتمی کی طرف منسوب اور جعلی کتاب ''النعمۃ الکبری علی العالم فی مولد سید ولد آدم'' سے بعض غیر مستند روایات سنا کر اپنے سامعین سے داد و تحسین حاصل کرتے تھے، راقم الحروف نے اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی دیکھا ہے، اس میں مذکورہ روایات میرے نزدیک نا قابل فہم تھیں اور جب راقم نے علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی کی کتاب جواہر البحار کی تیسری جلد کے صفحہ ۳۲۸ سے ۳۳۷ تک علامہ ابن حجر کے اصل رسالہ ''النعمۃ الکبری'' کی تلخیص (جس میں اسانید کو حذف کر دیا گیا ہے) کا مطالعہ کیا تو اس میں ان روایات کا نام و نشان بھی نہ ملا، جنہیں بعض خطباء حضرات بڑے جوش و خروش سے بیان کرتے ہوئے سنے گئے، تب راقم نے یہ مقالہ سپرد قلم کیا جو ماھنامہ عرفات لاہور (مئی ۱۹۸۳ء) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (نومبر، دسمبر ۱۹۸۹ء) ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور (اگست ستمبر ۱۹۹۱ء) میں شائع ہوا، بعد میں مقالات سیرت طیبہ کے نام سے راقم کی تصنیف میں یہ مضمون اور ''النعمۃ الکبری علی العالم'' کے صحیح نسخے کا ترجمہ ستمبر ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔

(۵) اصلاح محافل نعت

پیر طریقت حضرت مولانا قاسم حسین شاہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۶ر ستمبر ۲۰۰۴ بروز اتوار الحمرا ہال نمبر ایک میں ''اصلاح محافل نعت'' کے عنوان سے پروگرام کروا کر محافل نعت کی اصلاح کے سلسلے میں انتہائی اہم قدم اٹھایا، اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ اصلاحی تحریک ثمر بار ہو اور محافل نعت کا وقار اور سوز و گداز پھر سے بحال ہو، راقم الحروف نے

مذکورہ بالا پروگرام کے لئے ''محافل نعت اور مقام الوہیت و رسالت'' کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا جسے راقم الحروف کی علالت کے باعث عزیز القدر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازھری نے پڑھ کر سنایا۔

(۶) بعض لوگوں کی مذہب اہل سنت سے دوری (اسباب اور محرکات)

(تحریر: مولانا محمد ضیا الرحمٰن قادری، انڈیا)

مذہب اہل سنت و جماعت صدیوں سے دنیا بھر کے گوشے گوشے میں مقبول خاص و عام ہے، عصر حاضر میں بعض شدت پسند مسالک بہت کھل کر سامنے آرہے ہیں اور عوام الناس ان نئے نئے مسالک اور ان کی فکر کو معقول اور حق سمجھ کر قبول کر رہے ہیں، جبکہ مسلک اہل سنت و جماعت سے لاعلمی کے باعث بعض لوگ دور ہو کر منظر عام پر آنے والی نئی نئی جماعتوں کے ساتھ ملتے جارہے ہیں، فاضل مقالہ نگار نے تلخ حقائق سے پردہ ہٹایا تاکہ اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والے حضرات اپنی ذمہ داریوں کو محسوس فرما کر انہیں اچھے طریقے سے نبھائیں۔

اس طرح راقم کے پانچ مضامین کے ساتھ جناب محمد ضیاء الرحمٰن صاحب کے مضمون کو بھی شامل کردیا گیا ہے، کیونکہ مقصد سب کا ایک ہے راقم نے اپنی تصنیف عقائد و نظریات میں نبی کریم ﷺ اور اولیائے کرام سے ان کے وصال کے بعد استغاثہ کے جائز ہونے اور شرک و کفر نہ ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے آخر میں قول فیصل تحریر کیا تھا، اسے بھی اس مقدمہ میں شامل کرنے کو سودمند خیال کرتے ہوئے یہاں درج کرنا چاہتا ہوں، تاکہ نبی اکرم ﷺ اور اولیائے کرام کو مدد کے لئے پکارنے والے لوگ احسن اور اولی طریقے کو اختیار کریں، قارئین کرام اس قول فیصل کو غور اور ٹھنڈے دل سے پڑھنے کے بعد امید ہے کہ راقم سے اتفاق فرمائیں گے۔

راقم نے استمداد کا مسئلہ واضح کرنے کے بعد لکھا ہے:

اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ انبیاء اور اولیاء سے حصول مقاصد کی درخواست کرنا کفر وشرک نہیں ہے جیسے کہ عام طور پر مبتدعین کا رویہ ہے کہ بات بات پر شرک اور کفر کا فتوی جڑ دیتے ہیں، البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب اصل حاجت روا مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالی کی ذات ہے تو احسن واولی یہی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے، کیونکہ حقیقت حقیقت ہے اور مجاز مجاز ہے۔ یا بارگاہ انبیاء، واولیاء میں درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرمادے، اور حاجتیں برلائے، اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی (عقائد ونظریات، ص:۱۸۶)

چونکہ بات اصلاح احوال کی ہو رہی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ راقم نے مختلف اوقات میں اہل علم ودانش کے سامنے جو چند دردمندانہ تجاویز رکھی تھیں انہیں بھی یہاں ذکر کر دیا جائے، ممکن ہے کہ یہ تجاویز اصلاح کے سلسلے میں کچھ کارآمد ثابت ہوں، بعض تجاویز ماہنامہ اخبار اہل سنت لاہور اور بعض ماہنامہ سوئے حجاز لاہور میں طبع ہوئیں جبکہ بعض تجاویز اپیل کے عنوان سے مرکزی مجلس رضا اور پھر رضا اکیڈمی لاہور کی مطبوعات کے آخر میں شائع ہوتی رہیں۔ یہ ساری تجاویز درج ذیل ہیں:

(۱) دینی مدارس کے نظام تعلیم کو فعال بنایا جائے اور اس سلسلے میں پائی جانے والی رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔

(۲) خانقاہوں میں رشد وہدایت، ذکر وفکر اور اتباع شریعت کا نظام بحال کیا جائے۔

(۳) تبلیغ برائے تبلیغِ دین کے جذبے کو فروغ دیا جائے۔

(۴) محلہ وار لائبریریاں قائم کی جائیں، جہاں اہل سنت کا لٹریچر برائے مطالعہ فراہم کیا جائے۔

(۵) ہر محلے میں تربیتی اجتماعات منعقد کئے جائیں، جہاں عامۃ الناس کو دینی، اعتقادی

عملی، اخلاقی اور سیاسی مسائل سے آگاہ کیا جائے۔

(۶) یہ سب امور ایک تنظیم کے ماتحت ہوں، چونکہ کوئی تنظیم فنڈز کے بغیر اپنے مقاصد حاصل نہیں کرسکتی، اس لیے فنڈز کی فراہمی کا منصوبہ مربوط انداز میں تیار کیا جائے۔

(۷) علمائے دین کا اصل کام یہ ہے کہ دین اسلام کا پیغام آسان اور مدلل انداز میں عوام و خواص تک پہنچائیں۔ بلاشبہ موجودہ دور میں درس نظامی صحیح طور پر پڑھ کر فراغت حاصل کرنے والا عالم اس مقصد کو بحسن وخوبی پورا کرسکتا ہے۔

(۸) فارغ التحصیل علماء میں سے ایسے علماء منتخب کیے جائیں جو ملکی اور بین الاقوامی سطح پر تبلیغ اور تصنیف کا فریضہ سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں، انہیں جدید عربی اور انگریزی لکھنے اور بولنے کی تعلیم دی جائے۔

(۹) تقابل ادیان، تاریخ اسلام اور معلومات عامہ ایسے مضامین پڑھائے جائیں اور ان کے مستقبل کا ایک لائحہ عمل تیار کیا جائے تو اس کے بہت اچھے نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔

(۱۰) موجودہ عالمی حالات میں ضروری ہے کہ یا تو طلباء میں اخلاص اور للہیت کا جذبہ اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دیا جائے کہ وہ دنیا ومافیھا سے بے نیاز ہو کر علم دین کے حاصل کرنے میں محو ہو جائیں یا پھر ان کے خوشحال مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کی جائے تاکہ طلباء ذوق وشوق سے پڑھیں اور کھاتے پیتے گھرانوں کے لوگ بھی اپنے صحت مند بچوں کو دینی مدارس میں بھیجیں۔

(۱۱) خانقاہیں ہوں یا دینی مدارس، یہ قومی ادارے ہیں، انہیں چلانے کے لیے قابل افراد کا انتخاب کرنا چاہیے، خواہ بیٹا ہو یا مرید، اور شاگرد ہو یا دوسرا فرد، موروثی نظام کا نتیجہ ہے کہ خانقاہوں میں ذکر وفکر اور رشد وہدایت اور مدارس میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ ختم ہوتا ہوا نظر آرہا ہے، معاشرے کے بگاڑ کو دور کرنے اور نظام مصطفی کی راہ ہموار کرنے کے لیے ہمیں اسلاف کا وہی خانقاہی اور تعلیمی ماحول واپس لانا پڑے گا۔

(۱۲) کسی کو پیر ماننے کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کا فرماں بردار اور مقرب بنا دے۔ جو شخص خود شریعت مبارکہ پر عمل نہیں کرتا وہ پیر و مرشد تو کیا ہوگا؟ وہ تو صحیح مرید بھی نہیں ہے، پیر بننا تو بہت دور کی بات ہے۔

(۱۳) پیر اپنی مرید عورت کا محرم نہیں ہے، اس لئے عورت اپنے پیر کے ساتھ نہ تو تنہائی میں ملاقات کر سکتی ہے اور نہ ہی بغیر پردے کے اس کے سامنے جا سکتی ہے، البتہ ذکر و فکر اور اوراد و وظائف سیکھنے کے لئے عورت اپنے سرپرست یا شوہر کی اجازت سے صحیح العقیدہ سنی اور صاحب علم و عمل پیر کی بیعت کرے تو جائز ہے بلکہ اہم امور میں سے ہے۔

(۱۴) سب سے بڑے پیر نبی اکرم ﷺ ہیں نجات کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کے لائے ہوئے احکام کو دل و جان سے تسلیم کرے اور ان پر عمل کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

(۱۵) عورتوں کو اگر مزارات پر جانا ہی ہے تو پردے کی پابندی کے ساتھ جائیں اور موت کو یاد کریں کہ زیارت قبور کا اہم مقصد یہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ نمود و نمائش کا شوق پورا کیا جائے۔

(انٹرویو ماھنامہ اخبار اہل سنت لاہور۔ شمارہ اگست ۱۹۹۷ء)

(۱۶) اہل سنت و جماعت ذاتیات کے خول سے نکل کر دین اسلام کی بالادستی کے لئے متحد ہو جائیں۔

(۱۷) میلاد شریف، گیارہویں شریف اور ایصال ثواب پر کئے جانے والے اخراجات صرف کھانے پینے پر صرف نہ کریں، بلکہ ان اخراجات کا بڑا حصہ علماء اہل سنت کے لٹریچر کی تقسیم میں صرف کریں، تبرک کے طور پر صرف مٹھائی ہی نہیں، کتابیں بھی تقسیم کی جا سکتی ہیں۔

(۱۸) اپنے مدارس اور لٹریچر فری تقسیم کرنے والی تنظیموں کی بھرپور سرپرستی کریں۔ (انٹرویو ماھنامہ سوئے حجاز لاہور شمارہ جنوری ۱۹۹۸ء)

(۱۹) فرائض و واجبات کی ادائیگی کو ہر کام پر اولیت دیجیے، اسی طرح حرام اور مکروہ کاموں اور بدعات سے اجتناب کیجیے کہ اسی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔

(۲۰) فریضۂ نماز، روزہ، حج اور زکات تمام تر کوشش سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ ان فرائض کی ادائیگی کے برابر نہیں۔

(۲۱) خوش اخلاقی، حسن معاملہ اور وعدہ وفائی کو اپنا شعار بنایئے۔

(۲۲) قرض ہر صورت میں ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، لیکن قرض معاف نہیں کیا جاتا۔

(۲۳) قرآن پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کے مطالب کو سمجھنے کے لیے کلام پاک کا بہترین ترجمہ ''کنزالایمان'' از امام احمد رضا بریلوی پڑھ کر ایمان تازہ کیجئے۔

(۲۴) دین متین کی صحیح شناسائی کے لئے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔ جو حضرات خود نہ پڑھ سکیں وہ اپنے پڑھے لکھے بھائی سے درخواست کریں کہ وہ پڑھ کر سنائے۔

(۲۵) ہر شہر ہر محلہ میں لائبریری قائم کیجئے اور اس میں علماء اہل سنت کا لٹریچر ذخیرہ کیجئے کہ تبلیغ کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

(۲۶) ہر شہر میں سنی لٹریچر فراہم کرنے کے لئے کتب خانہ قائم کیجئے۔ یہ تبلیغ بھی ہے اور بہترین تجارت بھی۔ (اپیل مرکزی مجلس رضا اور رضا اکیڈمی لاہور)

یہ ساری تجاویز عزیز القدر محترم محمد عبدالستار طاہر صاحب نے اپنی تصنیف محسن اہل سنت (ص ۱۰۳۔۱۰۶) میں یکجا ذکر کر دی ہیں۔

اس مقدمے کا اختتام بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کئے جانے والے سلام کے چند آداب کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ اگر احباب اہل سنت ان آداب کی طرف توجہ فرمائیں تو سلام کی کیفیات اور لطف و سرور میں اضافہ ہو جائے گا، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

راقم نے سلام رضا پر ۱۹۸۴ء میں مقدمہ لکھتے ہوئے تحریر کیا تھا:

''محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صلاۃ وسلام پیش کرتے وقت چند امور

پیش نظر رہنے چاہییں:

(۱) انتہائی خلوص ومحبت اور ادب واحترام سے باوضو سلام عرض کیا جائے، عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں بھی یہی اہتمام ہونا چاہیے۔

(۲) سلام عرض کرتے وقت آواز حدِ اعتدال سے زیادہ بلند نہ ہو، حبیب خدا ﷺ خداداد قوت سے خود بھی اہلِ محبت کا درود وسلام سنتے ہیں اور فرشتے بھی ہم غلاموں کا ہدیۂ صلاۃ و سلام بارگاہ ناز میں پیش کرتے ہیں، اس لئے شعوری طور پر کوشش کی جائے کہ آواز چلانے کی حد تک بلند نہ ہو، بعض لوگ بلند آواز سے صلاۃ وسلام پیش کرنے کو ہی پسند نہیں کرتے اور بطور دلیل آیت مبارکہ: لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی آواز نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو، ظاہر ہے کہ یہ حکم ان حضرات کے لیے ہے، جن سے آپ گفتگو فرما رہے ہوں یہ نعمت عظیمہ ہم خفتہ بختوں کو کہاں میسر ہے؟

(۳) تلفظ صحیح ہونا چاہیے اور بہتر ہوگا کہ نعت خوان کسی صاحب علم کو سنا کر اطمینان کر لیا کریں۔

(۴) اشعار کی ترتیب ملحوظ رکھی جائے۔ پہلے بارگاہ رسالت میں سلام عرض کیا جائے، پھر اہل بیت، صحابہ کرام، اور اولیاء کی بارگاہ میں عرض کیا جائے ایسا نہ ہو کہ اول، آخر اور درمیان جہاں سے کوئی شعر یاد آیا پڑھ دیا۔

(۵) معراج شریف، میلاد پاک، اہل بیت اور صحابہ کرام کے ایام ہوں یا گیارہویں شریف کی محفل، دیگر اشعار کے علاوہ موقع کے مناسب اشعار بھی پڑھے جائیں۔

(۶) عربی میں لفظ ''صلاۃ'' درود شریف کے معنی میں آتا ہے، سلام پڑھتے وقت ایسے اشعار بھی پڑھے جائیں جن میں درود کا ذکر آتا ہے تاکہ صَلُّوا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوا کی تعمیل میں درود وسلام دونوں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے، مثلاً:

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

(۷) حدیث شریف میں امام کے لئے ہدایت ہے کہ بیمار اور صاحب حاجت کا خیال رکھا جائے اور مقدار مسنون سے زیادہ طویل قراءت نہ کی جائے، یہی ہدایت سلام میں بھی ملحوظ رہنی چاہیے اور زیادہ اشعار نہ پڑھے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل محبت ذوق وشوق سے شرکت کر سکیں، نیز گرہ لگا لگا کر دیگر اشعار پڑھنے سے بھی گریز کیا جائے۔

(۸) یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ عموماً شروع تو "سلام رضا" کیا جاتا ہے، لیکن درمیان میں خود ساختہ اشعار پڑھنے شروع کر دئے جاتے ہیں، جو شعری معیار پر بھی پورے نہیں اترتے مثلاً:

وہ ہمارے نبی ہم ان کے امتی
امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

اس کی بجائے امام رضا کا یہ شعر پڑھیں:

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

آخر میں قارئین کرام سے ایک بات یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس طویل مقدمے اور چھ مضامین کے مجموعے سے فقط اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور اصلاح احوال مقصود ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اسے امت کے لئے سود مند اور نفع مند بنائے۔ آمین

محمد عبدالحکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(خدا کو یاد کر پیارے) (پہلی قسط)

تُوبُوا اِلَی اللّٰہِ جَمِیعًا اَیُّھَا الْمُؤمِنُونَ (۱)

مومنو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو

ہمارے زمانے میں مختلف لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں، حالانکہ ہر مسلمان اور ذی شعور کو راہِ اعتدال اور صراطِ مستقیم اختیار کرنا چاہیے، اگرچہ آج صراطِ مستقیم کا تعیُّن بھی دشوار ہوگیا ہے، ہر فرقہ یہی کہتا ہے کہ ہم ہی صراطِ مستقیم پر ہیں، لیکن اگر انسان قرآن و حدیث سے راہنمائی لے اور امت مسلمہ کے تسلسل اور ائمۂ دین کے دامن کو ہاتھوں میں تھامے رکھے اور نفس و شیطان کے اغواء سے بچا رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ انسان صراطِ مستقیم سے بھٹک جائے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے آخری کتاب قرآن پاک نازل کی، اسے سمجھنا ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے: **یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا** (۲) (اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو اس کے ذریعے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے) قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محتاج ہیں، قرآن پاک آپ ہی کے ذریعے ہمیں ملا، آپ ہی نے ہمیں بتایا کہ یہ قرآن اور کلام اللہ ہے اور آپ ہی نے ہمیں اس کے مطالب بیان کئے، ارشاد ربانی ہے: لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِم (۳) تاکہ آپ لوگوں کے لئے بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

پھر حدیث شریف کو بھی ہم براہِ راست نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ احادیث کی مختلف قسمیں ہیں، صحیح ہے، حسن ہے، ضعیف ہے، موضوع ہے، مُرسَل ہے، منقطع ہے اور معضل

---

(۱) سورۃ النور : ۳۱/۲۴   (۳) سورۃ النحل : ۴۴/۱۶

(۲) سورۃ البقرہ : ۲۶/۲

ہے، پھر تاریخ کے اعتبار سے کوئی پہلے ہے کوئی پیچھے ہے، یہ اور ایسی سینکڑوں بحثیں ہیں جنہیں ائمۂ مجتہدین ہی حل کر سکتے ہیں، پھر ائمۂ مجتہدین کے کلام کو سمجھنے کی بھی ہمیں صلاحیت نہیں، اس کے لئے ہم محشی حضرات اور شارحین کے محتاج ہیں جو مجمل اقوال کی تفصیل کرنا جانتے ہیں، مختلف اقوال میں تطبیق اور ترجیح کی صلاحیت رکھتے ہیں، ہم امام احمد رضا بریلوی کا نعتیہ دیوان "**حدائق بخشش**" کلامِ اقبال اور کلامِ غالب از خود نہیں سمجھ سکتے، اس کے لئے ہمیں استاذ یا شرح کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، تو کیا قرآن پاک ہی ایسی معمولی کتاب ہے جسے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے اور اسے سمجھانے والے کی ضرورت نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا مانگنے کا طریقہ سورۂ فاتحہ میں بتایا ہے جو ہر رکوع وسجود والی نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، اس میں فرمایا: صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا —— یہ وہی ائمۂ دین کا تسلسل ہے جن کا دامن تھامنا ہمارے لئے کامیابی اور سلامتی کی ضمانت ہے۔

ہمارے ہاں قانون کی پاسداری کا تصور بہت حد تک دھندلا گیا ہے، ٹریفک کے قواعد کا لحاظ نہ کرنا معمول بن چکا ہے، بڑے لوگ اور ان کے نوخیز بیٹے اشارہ کاٹنے کے عمل کو ہی اپنی برتری کا اظہار سمجھتے ہیں، پولیس والا کھڑا ہو تو اسے بھی خاطر میں نہیں لاتے، ہاں اگر اس کے پاس بھاری بھرکم موٹر سائیکل ہو تو اشارہ کاٹنے سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ انہیں احساس ہوتا ہے کہ یہ تعاقب کر کے ہمیں گرفتار کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ العظیم کا ہمیں اتنا بھی خوف نہیں ہوتا، کیونکہ وہ مالک کریم ہمیں فوراً اپنی گرفت میں نہیں لیتا، بلکہ ڈھیل دیتا ہے اور توبہ واستغفار کی مہلت دیتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اٰخَذَ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ۝

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ظلم کے سبب گرفت فرماتا تو زمین کی پشت پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑتا۔

ذرا غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جگانے اور ہوشیار کرنے کا کتنا اہتمام فرمایا ہے؟ لیکن ہم ہیں کہ بیدار ہونے کا نام نہیں لیتے، کیا ہمیں ہوش میں آنے کے لئے صورِ اسرافیل کا انتظار ہے؟

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بار بار اپنی بڑائی اور عظمت و کبریائی کا اعلان کیا ہے، اذان میں چھ مرتبہ کلمۂ تکبیر (اللہ اکبر) (اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان) دہرایا جاتا ہے اور تین مرتبہ کلمۂ شہادت (لاالہ الا اللہ) بلند آواز سے پکارا جاتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور یکتائی کا ہی اعلان ہے۔ یہی حال تکبیر کا ہے۔

نماز کی چار رکعتوں میں بائیس مرتبہ اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) کہا جاتا ہے، تسبیح سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں چونتیس بار اللہ اکبر کہا جاتا ہے، یوں چوبیس گھنٹوں میں تقریباً چھ سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ورد کیا جاتا ہے اور نعرہ لگایا جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم اتنے بے حس ہیں کہ متوجہ ہی نہیں ہوتے اور عام معمول کی کاروائی سمجھ کر گزر جاتے ہیں، ربِ قہار و جبار کی عظمت و بڑائی کے اعلان کو اگر ہم گوشِ ہوش سے سنتے اور سنجیدگی سے لیتے تو ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا کم از کم اتنا خوف تو ہوتا کہ ہم حرام کام کرنے سے ہچکچاتے اور فرائض و واجبات ادا کرنے کے لئے پوری طرح مستعد ہوتے کیونکہ ہمیں اللہ قادر و قیوم دیکھ رہا ہے اور اس کے نافرمانوں کے لئے جہنم کی آگ پوری طرح بھڑک رہی ہے۔

موجودہ دور میں دو قسم کے طرزِ عمل ہمارے سامنے آتے ہیں جو افراط و تفریط کا شکار ہیں۔

❶ ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ اللہ کو مانو اور کسی کو نہ مانو ——— وہ یہ بھی کہتا ہے کہ نبی کی تعریف اتنی ہی کرو جتنی گاؤں کے ایک چودھری کی کی جاتی ہے بلکہ اس میں بھی تخفیف کرو۔

یہ کتنی بدقسمتی اور ستم ظریفی ہے کہ دنیا کا کوئی لیڈر آپ کو ایسا نہیں ملے گا جس کے ماننے والے اس کی عظمتِ شان کے گھٹانے کی فکر میں ہوں، یہ تو چودھویں پندرھویں صدی کے امتی کا حوصلہ ہے جو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت کو کم کرنے کی سوچ رکھتا ہے، سچ کہا ہے امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے:

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے

یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دن سایۂ دیوار نے دیوار کو کہا کہ میں سورج کا عاشق ہوں اور اسے دیکھنا چاہتا ہوں تو درمیان سے ہٹ جا، دیوار نے کہا ہوش کے ناخن لے، میں اگر درمیان سے ہٹ گئی تو تیرا نام ونشان مٹ جائے گا۔

نبی اکرم تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سب سے اہم اور سب سے بڑا رابطہ ہیں اگر آپ کا رابطہ اور واسطہ درمیان میں نہ رہا تو ہمارا دین رہے گا اور نہ ایمان۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

(امام احمد رضا)

دوسرا طبقہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مانتا

ہے، کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی دونوں جزؤں کو مانتا ہے اور اقرار بھی کرتا ہے، لیکن جس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہونی چاہیے اور جتنا تعلق رب کریم جل مجدہٗ کے ساتھ ہونا چاہیے وہ دکھائی نہیں دیتا، پہلا طبقہ اس معاملے میں افراط کا شکار ہے تو دوسرا طبقہ تفریط کا۔

چند مثالیں کسی معین شخص کا نام لیے بغیر پیش کرتا ہوں اور فیصلہ آپ کے دل و ضمیر پر چھوڑتا ہوں کہ کیا ان لوگوں کا رویہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی پہلو سے بھی مستحسن ہے؟

❶ ایک صاحب نے مغرب کی نماز پڑھائی اور سلام پھیرنے کے بعد یوں دعا مانگی:

الصلوٰة والسلام عليك يا رسول الله

الصلوٰةُ والسلام عليك يا نبی الله

وعلى آلك واصحابك ياحبيب الله

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْحَالَنَا يَاحَبِيْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِهَمٍّ مُّغْرَقٌ خُذْيَدِیْ سَهِّلْ لَنَااِشْكَالَنَا

اس کے بعد یہ درود شریف پڑھا اور منہ پر ہاتھ پھیر لیے۔

الصلوٰة والسلام عليك يا رسول الله

الصلوٰةُ والسلام عليك يا نبی الله

وعلى آلك واصحابك ياحبيب الله

راقم نے انہیں روک لیا اور کہا کہ علماءِ اہلِ سنت نے اس شعر ''يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْحَالَنَا'' کے بارے میں یہی کہا تھا کہ یہ شرک اور کفر نہیں بلکہ جائز ہے، اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا ہی چھوڑ دیں۔

❷ ابھی دو ماہ پہلے ایک مجلّے میں ایک فاضل کا خطاب شائع ہوا جس کا عنوان تھا ''رب کا وظیفہ'' اس کے نیچے لکھا تھا کہ ہر کسی کا کوئی نہ کوئی وظیفہ ہوتا ہے، میں نے رب کریم سے پوچھا کہ یا اللہ! تو کیا کرتا ہے؟ کیا تو بارش برساتا ہے؟ بے شک تو بارش برساتا ہے،

لیکن یہ کام تو تو نے فرشتوں کے سپرد کر رکھا ہے، کیا تو سورج چڑھاتا ہے؟ یا سورج غروب کرتا ہے؟ موت کے وقت روح قبض کرتا ہے؟ یہ سب کام تو تو نے فرشتوں کے سپرد کر رکھے ہیں، یا اللہ! تو کیا کرتا ہے؟ ربِ کریم نے فرمایا: میں نے سب کام فرشتوں کے سپرد کر دیے ہیں اور خود فارغ ہو کر ایک ہی کام کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ:

میں اپنے محبوب کی تعریف کرتا ہوں

کیا یہ کسی آیت کا ترجمہ ہے؟ یا کسی حدیث کا مطلب ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ (وہ ہر آن نئی شان میں ہے) اور خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ (وہ ہر چیز کا خالق ہے) کا کیا مطلب ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ہر شے عدم سے وجود میں آنے میں اللہ کریم کی محتاج ہے پھر باقی رہنے میں ہر لمحہ اسی کی محتاج ہے۔

ایک محفل میں راقم نے یہ اقتباس سامعین کو متوجہ کرنے کے لئے سنایا تو کئی سامعین کہنے لگے: سبحان اللہ! میں نے کہا: یہ سبحان اللہ کہنے کا مقام نہیں، یہ تو ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' کہنے کا مقام ہے۔

پھر اس فاضل نے خطابت کے مزید جوہر دکھاتے ہوئے کہا کہ اگر میں کہہ دوں کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ ہمارا ہم ذوق ہے تو کوئی حرج نہیں ہے ——— کس کس بات کا تذکرہ کیا جائے؟

❸ ——— ایک فاضل دانشور نے جو اس وقت بیرون ملک تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دے رہے ہیں، اپنے مقالے میں لکھا کہ میں نے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی کتاب ''الفتح الربانی'' کا مطالعہ کیا تو انہوں نے کہیں ذکر الٰہی پر زور دیا ہے، کہیں ذکر و فکر کی اہمیت اجاگر کی ہے، کہیں خوف آخرت تازہ کیا ہے، مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا بات ہے کہ

حضور غوث اعظم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان ہی نہیں کرتے دوسرے موضوعات پر ہی گفتگو کیے جا رہے ہیں، پھر میں نے چند صفحے پلٹے تو میرا دل خوش ہو گیا کہ سیدنا غوث اعظم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے ہوئے تھے۔

ایسے ہی رویئے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں'' بجائے اس کے کہ ہم اپنے آپ کو سیدنا غوث اعظم کی فکر کے سانچے میں ڈھال لیں، ہم انہیں اپنی سوچ کے فریم میں فٹ کرنا چاہتے ہیں۔

کئی خطباء یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ قرآن پاک بسم اللہ کی باء سے لے کر سورۂ ناس کی سین تک سب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت ہی نعت ہے۔'' سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتادیا کہ قرآن پاک میں صرف نعتِ مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہیں ہے اور بھی بہت کچھ ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کا ایک نام اُمّ القرآن بھی ہے اس کی وجہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو کچھ قرآن پاک میں ہے سورۂ فاتحہ اس پر مشتمل ہے۔ قرآن پاک میں کیا ہے؟ اس کا بیان دو طریقوں سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن پاک تین چیزوں پر مشتمل ہے۔

1. ——— اللہ تعالیٰ عزّ وجل کی ثنا۔
2. ——— اس کے امر اور نہی کی تعمیل۔
3. ——— اس کے وعدے اور وعید کا بیان۔

بانداز دگر فرماتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ قرآن پاک کے مطالب پر اجمالی طور پر مشتمل ہے، وہ مطالب یہ ہیں:

1. ——— حکم نظریہ یعنی عقائد۔

❷ —— احکام عملیہ یعنی طریق مستقیم پر چلنا۔

❸ —— خوش قسمتوں کے مراتب اور بد بختوں کی منازل پر آگاہ ہونا۔

کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش قسمتوں اور اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے سردار ہیں، اس طرح سورۂ فاتحہ آپ کے ذکر شریف پر بھی مشتمل ہے، لیکن اس بات کا کیا مطلب کہ سارا قرآن ہی آپ کی نعت ہے؟

قرآن پاک کے بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے اور بجا کہا ہے:

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْآنِ لٰکِنْ

تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْھَامُ الرِّجَالِ

قرآن پاک میں تمام علوم موجود ہیں، لیکن لوگوں کے دماغ اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

❶ —— ایک دفعہ ایک فاضل دوست نے لکھا کہ اسلام صرف اور صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا نام ہے۔

❷ —— ایک دوسرے فاضل نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محبت کی ابتدا بھی حضور ہیں اور انتہا بھی حضور ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

راقم نے ان دونوں حضرات کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کہاں گئی؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ''اور ایمان والے ٹوٹ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

❸ —— حال ہی میں ایک ماہنامے میں اس عنوان کے ساتھ ایک مقالہ چھپا کہ: ''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہی اللہ کی محبت ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے حضرات دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں: یا اللہ! ہمیں اپنے

حبیب کی محبت عطا فرما'' سوچنے کی بات یہ ہے کہ محبت دل کے میلان اور تعلق خاطر کا نام ہے جو کسی ہستی سے متعلق ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو ہستیاں ہیں۔

1. ایک ہستی واجب الوجود اور دوسری ہستی ممکن الوجود۔
2. ایک قدیم اور دوسری حادث۔
3. ایک خالق اور دوسری مخلوق۔

تو دونوں کی محبت ایک کیسے ہوگئی؟ اس لئے دعا یوں مانگنی چاہیے، جس طرح پہلے بزرگ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! ہمیں اپنی محبت عطا فرما، اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما، اپنے پیاروں کی محبت عطا فرما اور ان اعمال کی محبت عطا فرما جو ہمیں تیری بارگاہ کا قرب عطا کردیں۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا اِلَيْكَ o

ترجمہ وہی جو پہلے مذکور ہوا۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی دعا کرتے ہیں، بلکہ محبت کے دعویدار ہیں اور یہ نعرہ لگاتے ہیں ''غلامیِ رسول میں موت بھی قبول ہے''، لیکن ہمیں یہ خبر ہی نہیں کہ محبت کا مطلب کیا ہے؟ محبت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ ایسا تعلق خاطر ہو کہ انسان محبوب کا فرماں بردار ہو، اس کے اشارۂ ابرو پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہو، اور محبوب کا سراپا صرف شعور نہیں بلکہ لاشعور میں اس طرح نقش ہو جائے کہ انسان لاشعوری طور پر محبوب کی ایک ایک ادا کو اختیار کرلے، ہم غلامی رسول میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کو قبول کرنے پر تیار نہیں موت سے قبول کرلیں گے؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۰ بحوالہ ترمذی شریف) جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

علامہ اقبال اس بات سے خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں میرا نامۂ اعمال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نہ کھل جائے، چنانچہ دعا مانگا کرتے تھے:

مکن رسوا حضورِ خواجہ مارا
حسابِ من ز چشمِ او نہاں گیر

اے اللہ! مجھے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور رسوا نہ فرمانا، میرا حساب آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہی لے لینا۔

حالانکہ ہم اُس باخبر اور وسیع العلم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں جن کی بارگاہ میں صبح وشام ہمارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، ہمیں تو ناجائز کام کرتے ہوئے سو مرتبہ یہ سوچنا چاہیے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ بھی دیکھ رہا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی دیکھ رہے ہیں لہذا ہمیں ناجائز کام کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھے۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک صاحب تازہ تازہ داڑھی منڈوا کر آئے ہیں اور سر پر انگریزی بال رکھے ہوئے ہیں اور ابھی اسٹیج پر نعت پڑھیں گے اور عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مظاہرہ کریں گے۔ حالانکہ عشق سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مظاہرہ آدمی کے قول وفعل، رہن سہن اور شکل وصورت سب میں ہونا چاہیے۔

7 ——— ابھی چند دن پہلے ملتان روڈ پر گزر ہوا، عمرے کا بینر لگا ہوا دیکھا اس پر لکھا تھا

''آؤ مدینے چلیں''۔

میں یہ سوچتا رہ گیا کہ عمرہ تو مکہ معظمہ میں کیا جاتا ہے، اس کا نام ہی نہیں لیا گیا، مدینہ منورہ میں تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ ناز میں ہدیۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے اور شفاعت کی درخواست گزارنے کے لئے حاضری دی جاتی ہے، اس لئے یوں لکھنا چاہیے کہ ''آؤ حرمین شریفین چلیں'' یا ''آؤ مکے مدینے چلیں'' ماضی قریب میں جب کسی کی بات اچھی لگتی تھی تو کہا جاتا تھا ''تری آواز مکے اور مدینے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائے، لیکن اب ایسے جملے بھی سننے کو نہیں ملتے۔

یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ کوئی شخص سفر حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو رہا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ ''مدینے شریف میں میرے لئے دعا کرنا'' حالانکہ مکہ معظمہ بھی دعا کی قبولیت کے مقامات سے بھرا پڑا ہے، تو اس طرح کہنا چاہیے کہ حرمینِ شریفین میں میرے لئے دعا کرنا اور سرکارِ دو عالم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس فقیر حقیر کا نذرانہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا۔

8 —— ایک محفل میں راقم نے بیان کیا کہ ہماری ہر محفل میں نعت شریف اور آخر میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا لازمی خیال کیا جاتا ہے، اگر دعا کر کے محفل برخاست کی جا رہی ہو تو تقاضا کیا جاتا ہے کہ سلام کا ایک ہی شعر پڑھ لیں، ٹھیک ہے نعت بھی ہونی چاہیے اور صلاۃ و سلام بھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد بھی ہونی چاہیے، کیونکہ مقصود بالذات تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (1)

میرے بعد ایک بزرگ تشریف لائے انہوں نے فرمایا کہ شرف صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ ''سبقتِ لسانی'' (یعنی سوچے سمجھے بغیر بات کہہ دی گئی) ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مقصود ہیں اور نعت شریف بھی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔

---

(1) الحمد للہ! بہت سے ماہنامے دیکھنے میں آ رہے ہیں جن میں ایک صفحے پر حمد اور دوسرے پر نعت دی جا رہی ہے۔

بعد میں راقم نے احباب سے کہا کہ یہ سبقت لسانی نہیں بلکہ سوچی سمجھی رائے ہے،
رہا یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مقصود ہیں تو اس کا انکار نہیں ہے، میرے نزدیک تو
استاذ اور پیر و مرشد بھی مقصود ہے، اور وہ اس لئے مقصود ہے کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی بارگاہ تک پہنچادے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں
سے آراستہ کردے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لئے مقصود ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی
بارگاہ تک پہنچادیں یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ کا بندۂ فرماں بردار بنادیں۔ اللہ تعالیٰ مقصود بالذات
ہے کہ اس کے بعد کوئی مقصود نہیں ہے جس تک اللہ تعالیٰ کے ذریعے پہنچا جائے۔

امام احمد رضا بریلوی عرض کرتے ہیں:

اے خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ

اولیاء کو اذنِ نصرت کیجئے

قرآن پاک میں ہے:

❶ ــــــ اُدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ۝

میں اور میرے پیروکار پوری بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔

❷ ــــــ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا ۝

اور اس شخص سے زیادہ حسین بات کس کی ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک
کام کئے۔

❸ ــــــ وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ ۝

اور (ہم نے آپ کو بھیجا) اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والا۔

❹ ــــــ وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ
کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ ۝

• اور یہ بات کسی انسان کے لائق نہیں کہ اللہ اسے کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے، پھر وہ لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کے نہیں میرے بندے بن جاؤ، لیکن تم اللہ والے ہو جاؤ۔

ایک دفعہ راقم کی گفتگو اپنے عزیز دوست فاضل علامہ مفتی ہدایت اللہ پسروری مدظلہ العالی، مہتمم جامعہ ہدایت القرآن، ممتاز آباد، ملتان سے ہو رہی تھی، وہ فرمانے لگے:

انبیاء بھیجے کس لئے گئے تھے؟

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کا اصل مقصد بعثت ہی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے، اور یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے کے بغیر ہمیں اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل نہیں ہو سکتی، اس لئے ان کی محبت، تعظیم و توقیر اور ان کے نقش قدم پر چلنے کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

یہ کہنا بھی درست ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے شاہکار اعظم ہیں اور مخلوق کی تعریف دراصل خالق ہی کی تعریف ہوتی ہے، لیکن حمد کے اور بھی تو کئی انداز ہیں مثلاً: ''آیۃ الکرسی'' پڑھ لیں، سورۂ حشر کی آخری آیات کی تلاوت کر لیں، اسی طرح قرآن پاک کی متعدد آیات ہیں، احادیث مبارکہ میں دعا کا باب پڑھ لیجئے دل و دماغ روشن ہو جائے گا۔ نعت کے حمد ہونے کا انکار نہیں ہے، کہنا یہ ہے کہ صرف نعت پر اکتفا کر لینا درست نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد بھی کرنی چاہیے، علماء اسلام کی تصانیف دیکھ لیجئے ان میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت اور آپ کے حضور نذرانہ صلوٰۃ و سلام پیش کیا گیا ہے۔ کلمۂ طیبہ کو دیکھ لیں اس میں پہلے ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے اس کے بعد ''محمد رسول اللہ'' ہے۔ اسی طرح پہلے نعرۂ تکبیر لگایا جاتا ہے اس کے بعد نعرۂ رسالت بلند کیا جاتا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے مساجد کے امام دعا کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد اور درود شریف سے اس طرح کیا کرتے تھے:

الحمدلله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على سيدالأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين۔

جب کہ کچھ عرصہ سے یہ معمول دکھائی دے رہا ہے کہ صرف درود شریف پڑھ کر دعا مانگ لی جاتی ہے اور دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی جاتی؟ آخر یہ بے اعتنائی کیوں برتی جارہی ہے؟

اندھیرا گھر، اکیلی جان، دم گھٹتا دل اُکتاتا
خُدا کو یاد کر پیارے، وہ ساعت آنے والی ہے
(امام احمد رضا بریلوی)

خدا کو یاد کر پیارے

(دوسری قسط)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ، ''تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہئے، جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے، اسے چاہئے کہ اسے اپنے ہاتھ سے تبدیل کرے اگر ہاتھ سے تبدیل نہ کر سکے، تو زبان سے منع کرے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے، اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۶)

اسی جذبے کے تحت راقم نے ایک مقالہ لکھا جس کا عنوان تھا ''خدا کو یاد کر پیارے'' اس میں بعض لوگوں کے نامناسب انداز کی نشاندہی کی تھی اور مسلمان بھائیوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کی کوشش کی تھی کہ تمام مقاصد کا آخری مقصد اور تمام غایتوں کی آخری غایت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہے، جبکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے اور اگر دیتے بھی ہیں تو ضمناً اور تبعاً، حالانکہ یہ بات قطعاً اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ الحمد للہ! بہت سے اصحاب علم نے فقیر کی گزارشات کے لائق قبول ہونے کی توثیق کی۔ آئندہ سطور میں اسی سلسلے کی چند مزید گزارشات پیش کی جاتی ہیں ''وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم''۔

(۱)...... پیر طریقت حضرت پیر علاء الدین صدیقی مدظلہ العالی نیریاں شریف، آزاد کشمیر نے ایک دفعہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن پاک میں ہے: وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ''ایمان والے اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبت رکھتے ہیں'' اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک ہمیں اپنے باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ جانے، یعنی قرآن پاک کی آیت کہتی ہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ سے محبت کرو، تو کیا آیت اور حدیث شریف میں مخالفت پائی جاتی ہے؟

انہوں نے فرمایا: آیت وحدیث میں کوئی مخالفت نہیں ہے، حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب تک نبی اکرم ﷺ سے تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہیں کرو گے اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتے، اور جب کوئی شخص سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ سے محبت کرے گا تو وہ کامل مومن ہوگا، یہ ہے حدیث شریف کا مطلب اور آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کامل مومن ہوگا وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا، سبحان اللہ! کیا خوب تطبیق ہے؟

(۲)...... شوکت خانم ہسپتال کینسر کا وہ ہسپتال ہے جس میں جدید ترین مشینری مہیا کی گئی ہے اور اس میں بہترین ڈاکٹر کام کر رہے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہسپتال انسانیت کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے، لیکن ہسپتال کے لئے قربانی کی کھالیں جمع کرنے کے لئے جو بینر اور اشتہار شائع کیا جاتا ہے، وہ اخبارات میں بھی شائع کیا جاتا ہے لیکن کبھی سننے پڑھنے میں نہیں آیا کہ کسی توحید کے بڑے پرچارک نے اس پر انگشت نمائی کی ہو، اشتہار پر جلی حروف میں یہ عبارت درج ہوتی ہے۔

قربانی اللہ کے لئے اور کھال شوکت خانم کے لئے۔

اگر چہ اشتہار دینے والے کے ایمان پر ہمیں شک نہیں ہے، لیکن یہ انداز بہر حال

قابل اعتراض ہے، کفار کا مقولہ قرآن کریم نے ان لفظوں میں نقل کیا ہے:

''هٰذَا لِلّٰهِ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا''

یہ چیز اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے۔

ایک مسلمان کو یہ بات قطعاً زیب نہیں دیتی کہ وہ مشرکوں کے ساتھ ملتا جلتا اندازِ گفتگو اختیار کرے، اس لئے ضروری ہے کہ اشتہار کی عبارت تبدیل کی جائے۔

(۳)...... ملکی سطح کے ایک سیمینار میں دانشوروں کا اجتماع تھا، اس میں یکے بعد دیگرے تین چار مقررین نے اپنے خطابات کی شروع میں درود شریف کے یہ کلمات پڑھے:

الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ الصلاۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ وعلی آلک واصحابک یا نبی اللہ!

اس کے بعد خطاب شروع کردیا، آخر میں راقم کو دعا کے لئے کہا گیا، راقم نے جناب صدر کی اجازت سے گزارش کی کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر ذی شان کام جو اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے وہ بے برکت ہے، اس لئے ہونا یہ چاہئے کہ خطاب سے پہلے صرف درود شریف پڑھنے پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ بسم اللہ شریف پڑھیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اس کے بعد درود شریف پڑھیں، چاہے صیغۂ خطاب کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر، اجلاس کے بعد ایک صاحب علم ملے وہ کہنے لگے کہ آپ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی حمد سے خطاب کا آغاز کرنا چاہئے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو انڈرسٹوڈ ہے، یعنی ارادے اور نیت میں ملحوظ ہے میں نے عرض کیا کہ یہی تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو انڈرسٹوڈ رکھنے پر اکتفا نہ کریں، بلکہ زبان سے بھی اس کا نام لیں، پھر درود شریف پڑھیں۔

(۴)...... ایک بزرگ فاضل نے سورۂ مائدہ کی آیت کریمہ کے حوالے سے لکھا کہ یہ آیت

تقاضا کر رہی ہے کہ ہم اللہ (جل جلالہ) ورسول علیہ ﷺ سے یکساں محبت کریں، راقم نے انہیں عرض کیا کہ اس آیت کے مطابق بے شک اللہ تعالیٰ اوراس کے حبیب اکرم ﷺ سے ایسی محبت ہونی چاہئے جس کے سامنے تمام رشتے داروں اور مال وجائیداد کی محبت ہیچ ہو، لیکن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہونی چاہئے (والذین آمنوا اشد حبا للہ) اس کے بعد سب سے زیادہ محبت حبیب خدا اشرف انبیاء ﷺ سے ہونی چاہئے، جیسے کسی بزرگ نے کہا ہے: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۵)......لاہور کے ایک ماہنامے میں ایک مقالہ چھپا ہے جس کا عنوان ہے ''ربط رسالت کی اہمیت اور ناگزیریت'' اس میں فاضل مقالہ نگار نے اپنا مدعیٰ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔ بے شک عقیدۂ توحید اسلامی تعلیمات کی اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے...... لیکن جب دوسرے الہامی مذاہب سے اسلام کا مقابلہ وموازنہ کیا جائے تو اسلام کا دوسروں سے ممتاز اور منفرد گوشہ، گوشۂ توحید نہیں، بلکہ رسالت ہے۔

ایک لحاظ سے یہ لاشعوری طور پر عقیدۂ توحید کی اہمیت کم کرنے کے مترادف ہے، حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا ممتاز پہلو توحید بھی ہے اور رسالت بھی، اگرچہ عقیدۂ توحید تمام انبیاء کرام کی دعوت کا مرکز ومحور رہا ہے، لیکن جس کامل اور اکمل طریقے سے نبی ﷺ نے عقیدۂ توحید بیان کیا وہ آپ ہی کا خاصہ ہے، دیگر انبیاء کی تعلیم کے باوجود فرعون نے دعویٰ کردیا: اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ میں تمہارا سب سے بلند رب ہوں، لیکن نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا تعارف اس انداز میں کرایا اور عقیدۂ توحید اس اکمل شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا کہ چودہ صدیاں گزر گئیں، نبوت کے دعویدار تو بہت ہوئے، لیکن کسی کو الوہیت کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہوسکی۔

مقالہ نگار نے بیان کیا کہ یہودیوں کا ایک گروہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا

بیٹا مانتا تھا، اس کے علاوہ تمام یہودی توحید کے قائل ہیں، انہوں نے یہ بھی کہا یہودی عورت کے ساتھ مسلمان کا نکاح بعض حکمتوں کی بنا پر ممنوع ہے، ورنہ موحد ہونے کے اعتبار سے ان سے شادی جائز ہے۔

مقالہ نگار آیت کریمہ: قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ ”اے حبیب! آپ فرمادیں: اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفقہ ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں“ پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں: گویا توحید مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین نقطۂ اتفاق کی حیثیت رکھتی ہے۔

راقم کی گزارش یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں صرف یہودیوں سے خطاب نہیں ہے، بلکہ اہل کتاب سے خطاب ہے، جس میں یہودی اور عیسائی دونوں داخل ہیں اور عیسائیوں کے بارے میں تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ پہلے توحید کے قائل تھے، پھر تثلیث کے قائل ہوگئے، آپ کے استدلال کے مطابق تو یہ ماننا پڑے گا کہ عیسائی بھی موحد تھے، دوسری بات یہ ہے کہ یہودی اگر توحید کے قائل ہوتے تو انہیں اس کی دعوت ہی کیوں دی جاتی؟ حقیقت یہ ہے کہ توحید بنیادی طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں داخل تھی، لیکن نزول قرآن کے وقت کے یہودی اس کے قائل نہیں رہے تھے اسی لئے انہیں توحید کی دعوت دی گئی۔

مقالہ نگار کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہودی عورت کے ساتھ نکاح اس لئے جائز ہے کہ وہ موحد ہے، امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ قائلین بُنُوّت (حضرت عزیر یا حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ماننے والے) مشرکین ہیں، مگر ظاہر الروایۃ میں ان پر علی الاطلاق حکم کتابیت دیا اور ان کے ذبائح ونساء کو حلال ٹھہرایا۔

(اعلام الاعلام، ص ۹) اس کے بعد درمختار اور شامی کی عبارت نقل فرماتے ہیں، جن میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

ربط رسالت کی اہمیت بیان کرنا چاہیں تو اس طرح بیان کریں جس طرح امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں:

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر

جو وہاں سے ہو، یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

جو فقہاء نکاح کے جائز ہونے کا فتوی دیتے ہیں، ان کے نزدیک تو عیسائی عورت کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے، حالانکہ وہ آپ کے نزدیک بھی موحدہ نہیں، بلکہ مشرکہ ہے۔

(۶)......ایک دفعہ جامع مسجد عمر روڈ اسلام پورہ میں میلاد شریف کا جلسہ تھا، راقم وہاں خطیب تھا اس لئے اس محفل میں حاضر تھا، ایک عالم نے تقریر کرتے ہوئے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو نبی اکرم ﷺ کے حسن سے کیا نسبت؟

وہ محبوب زلیخا تھے یہ محبوب خدا ٹھہرے

مجھے یہ انداز گراں گزرا، تاہم خاموش رہا، ان کے بعد پنجاب کونسل لاہور کے چیئرمین صاحب مائیک پر آئے اور تقریر کرتے ہوئے کہنے لگے:

اگر نبی اکرم ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، نہ زمین ہوتی، نہ آسمان ہوتا، نہ جنت ہوتی، نہ دوزخ ہوتا، یہاں تک کہ خدا بھی نہ ہوتا۔ (معاذ اللہ، استغفر اللہ)

مزید یہ کہا:

ہر شے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محتاج ہے اور آپ کی رحمت میں داخل ہے، کئی چیزوں کا نام گنوا کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ بھی حضور کا محتاج ہے اور آپ کی رحمت میں داخل ہے۔ (معاذ اللہ)

یہ سن کر میرا پیمانۂ صبر چھلک گیا اور میں نے مائیک پر آ کر کہا:

حضرات گرامی! اگرچہ میرا تقریر کا پروگرام نہیں ہے، تاہم چند ضروری باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

(۱)...... بعض شعراء یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی سرکار دو عالم ﷺ کے حسن سے کیا نسبت؟

وہ محبوب زلیخا تھا یہ محبوب خدا ٹھہرے

یہ انداز حضرت یوسف علیہ السلام کے شایانِ شان نہیں ہے، وہ تو محبوبانِ عالم کا انتخاب تھے اور ہمارے آقا و مولا انتخابوں کا بھی انتخاب ہیں۔

(۲)...... چیئر مین صاحب نے کہا کہ اگر حضور اقدس نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ بھی نہ ہوتا، یہ قطعاً غلط ہے، اللہ واجب الوجود ہے جس کے معدوم ہونے کا احتمال ہی نہیں ہے، اس پر عدم طاری ہو ہی نہیں سکتا، سرکار دو عالم اپنی تمام تر عظمتوں کے باوجود ممکن ہیں اور ممکن کے نہ ہونے سے واجب الوجود پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اللہ تعالیٰ اس وقت بھی موجود تھا جب سرکار دو عالم ﷺ کا نور ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔

چیئر مین صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی حضور ﷺ کا محتاج ہے اور آپ کی رحمت میں داخل ہے، حضور ﷺ تو خود اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ رحمتِ تمام ہیں اور اس کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے ''وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِىُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ'' اور اللہ سب سے بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔

یہ سنتے ہی چیئر مین صاحب جوتے اٹھا کر چلے گئے اور پلٹ کر کبھی نہ آئے۔

(۷)...... سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے

غالباً 1990ء کی بات ہے کہ ایک صاحب نے مجھے اپنے والد صاحب کے عرس میں شامل ہونے کی دعوت دی، میں نے وعدہ کر لیا اور حسب وعدہ میانی صاحب پہنچ گیا،

دیکھا کہ وہاں سازوں کے ساتھ قوالی ہو رہی ہے، راقم مزار شریف کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور ایصال ثواب کیا، کچھ دیر بعد وہ قوالی سے فارغ ہوئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ سفید اور خشخشی داڑھی والے شاہ صاحب بیٹھے ہیں، ایک نوجوان لڑکے نے آکر اُن سے مصافحہ کیا اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا، چند لمحوں کے بعد دیکھا کہ وہی لڑکا شاہ صاحب کے پیچھے جا کر سجدہ کر رہا ہے، میں نے اشارے سے اس لڑکے کو بلایا اور سمجھایا کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کرنا چاہئے، کسی مخلوق کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

ختم شریف کی باری آئی تو مجھے کہا گیا کہ حلیم کی دیگ کے پاس کھڑے ہو کر ختم پڑھیں جہاں نان بھی رکھے ہوئے تھے، حالانکہ جہاں بیٹھے ہوئے تھے وہاں بھی ختم پڑھا جا سکتا تھا، تاہم میں نے ختم پڑھنے کے بعد دعا مانگنے سے پہلے کہا کہ حضرات ایک حدیث شریف سن لیں۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سفر پر گئے، واپسی پر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے، حضور! میں نے دیکھا کہ فلاں جگہ کے لوگ اپنے بڑے کو سجدہ کرتے ہیں، آپ سب سے زیادہ اس امر کا حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

کیا تم ہماری قبر کے پاس سے گزرو گے تو اسے سجدہ کرو گے؟

انہوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا: اب بھی نہ کرو۔

جب حضور ﷺ کو آپ کی حیات طیبہ میں اور بعد از وصال سجدہ کرنا جائز نہیں تو کسی دوسرے کے لئے کب جائز ہو گا؟

یہ سنتے ہی شاہ صاحب (جن کو سجدہ کیا گیا تھا) جلال کے عالم میں ایک دو قدم آگے بڑھے اور کہنے لگے: یہ بھی ختم شریف میں شامل ہے؟ میں خاموش رہا کیونکہ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا تھا۔

جن صاحب نے مجھے بلایا تھا وہ کہنے لگے، آپ اختلافی بات نہ کریں، میں نے کہا جناب! آپ کمال کرتے ہیں میں کسی عالم کا قول بیان نہیں کر رہا میں تو سرکار دوعالم ﷺ کی حدیث شریف بغیر کسی اضافے اور تبصرے کے سنا رہا ہوں۔ اس کے بعد دعا کی اور جوتے اُٹھا کر واپس آ گیا۔

8 داتا صاحب کی مجلس مذاکرہ میں حاضری

ماہ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء میں محکمہ اوقاف، لاہور کی طرف سے مجھے دعوت نامہ ملا کہ حضرت سید الاصفیاء داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر منعقد ہونے والے مذاکرے کے لئے ایک مقالہ لکھیں جس کا عنوان ہے۔

''اولین کتب تصوف میں کشف المحجوب کا مقام''

راقم نے مقالہ لکھا اور ایک جگہ مقام کی مناسبت سے یہ بھی لکھ دیا۔

☆ ...... بعض لوگ حضرت داتا صاحب کے مزار پر سجدہ کرتے ہیں۔

☆ ...... بعض رکوع کی حد تک جھک کر سلام کرتے ہیں۔

☆ ...... مسجد میں جماعت کھڑی ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ مزار شریف کے ساتھ چمٹ کر کھڑے رہتے ہیں۔

یہ ناجائز ہے اور محکمہ اوقاف کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو ان کی حرکتوں سے منع کرے۔

۱۴ جولائی ۱۹۹۵ء کو مجلس مذاکرہ میں پہنچا۔ مغرب کے بعد مجلس مذاکرہ کا آغاز ہوا اس مجلس کا وقت نماز عشاء تک تھا، تلاوت و نعت اور اس کے بعد داتا صاحب کی منقبت کے بعد وقت اتنا کم رہ گیا کہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب، پروفیسر غلام سرور رانا اور راقم کو خوشخبری سنائی گئی کہ وقت کم ہے اس لئے آپ کو مقالہ سنانے کیلئے پانچ پانچ منٹ ملیں گے۔

مقالات محکمہ اوقاف نے چھاپ کر تقسیم کر دیئے تھے اور اس میں وہ چند سطریں حذف کر دی گئی تھیں جن کا اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

جب راقم کے نام کا اعلان کیا گیا تو میں نے اٹھ کر کہا۔

حضرات وقت اتنا کم ہے کہ مقالہ پڑھ کر سنایا نہیں جا سکتا، یوں بھی مقالات شائع کر کے تقسیم کر دئے گئے ہیں جو آپ ملاحظہ فرما لیں گے، البتہ دو تین ضروری باتیں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

اور وہ باتیں جو مقالے سے حذف کر دی گئیں تھیں مائیک پر بیان کر دیں۔ اس جسارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد مجھے کسی مذاکرہ میں نہیں بلایا گیا۔ عرس کی تقریبات میں بھی مجھے دعوت دے گئی تو بحیثیت مقرر کے نہیں بلکہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے، اس سے آپ اندازہ کر لیں کہ کلمۂ حق کہنا پھر اسے سن کر برداشت کرنا کتنا مشکل ہے؟

9 ...... ایک مجلس میں ایک طالب علم نے نعت پڑھتے ہوئے یہ شعر بھی پڑھا۔

خدا حافظ ہی ناصر لیکن

ہمیں کافی ہے بس سہارا تیرا یا رسول اللہ!

راقم نے اسے وہیں روک دیا اور کہا کیا رسول اللہ ﷺ کا سہارا اللہ تعالیٰ کے سہارے سے الگ ہے؟ حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں (وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ) اور حضور کا سہارا اللہ تعالیٰ ہی کا سہارا ہے۔

10 ...... گزشتہ دنوں ایک نعتیہ مجلّہ کے خصوصی نمبر میں ہندوستان کے ایک فاضل کا مقالہ شائع ہوا، اس کی ابتدا ہی اس طرح کی گئی کہ ''ذکرِ خدا کے بعد ذکرِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین عبادت ہے اور اس کے بعد ایک ایسا جملہ لکھا جسے پڑھ کر تھوڑا بہت دینی شعور رکھنے والا سر پیٹ لے گا، وہ جملہ یہ تھا:

''یہ وہ عبادت ہے جس میں خالق اور مخلوق دونوں برابر کے شریک ہیں''۔

یہ جملہ پڑھ کر میں حیران اور ششدر رہ گیا، سوال یہ پیدا ہوا کہ مخلوق تو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کس کی عبادت کرتا ہے؟ پھر یہ کہ بندوں کو اللہ تعالیٰ

کا شریک بننے کا کتنا شوق ہے؟ وہ بھی صرف شریک نہیں بلکہ برابر کے شریک بننے کا۔ راقم نے اس مجلّے کے ایڈیٹر کو لکھا کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ فاضل مقالہ نگار نے یہ جملہ لکھا ہوگا (بلکہ یقین ہے کہ ان جیسا پڑھا لکھا، باہوش آدمی ایسا جملہ نہیں لکھ سکتا) تاہم جس نے یہ جملہ لکھا ہے اور شائع کیا ہے، اس پر توبہ فرض ہے، ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔

(۱۱)...... حال ہی میں محکمہ مذہبی امور اوقاف پنجاب، لاہور کی طرف سے ایک کتابچہ ''حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ'' دیکھنے میں آیا، جس کے آخر میں مزارات پر حاضری کے (۱۱) گیارہ آداب لکھے ہوئے ہیں، انہیں دیکھ کر خوشی ہوئی، محکمہ اوقاف کے جن ارباب فکر و دانش نے یہ کاوش کی ہے ان کے لئے دل کی گہرائی سے دعائیں نکلیں، مولائے کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

محکمہ اوقاف کی طرف سے شائع کردہ آداب کی اہمیت کے پیش نظر انہیں درج ذیل سطور میں پیش کیا جاتا ہے:۔

(۱) مزارات پر باوضو حاضری دیں۔

(۲) اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری کے دوران تلاوت قرآن پاک، ذکر، درود شریف اور ایصال ثواب بہترین مشاغل اور زیارت کے مستحبات ہیں۔

(۳) بزرگان دین کا اہم اور اصل ادب ان کی تعلیمات پر عمل ہے، خصوصاً خدمت خلق، احترام انسانیت اور محبت و بھائی چارے پر عمل پیرا ہونا ہے۔

(۴) صاحبان مزار کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ دین اسلام پر عمل کرنا ہے۔

(۵) قبر کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنا جائز نہیں۔

(۶) سجدہ تعظیمی سے بھی ——— اجتناب کریں۔

(۷) مزارات پر ساز یا ڈھول بجاتے ہوئے چادر پوشی کی رسم کرنا جائز نہیں۔

(۸) مزارات پر خواتین کے لئے وضو اور نماز کا الگ انتظام ہے، لہٰذا خواتین کا وضو اور نماز

کے معاملات میں مردوں کے ساتھ اختلاط سخت ناواجب ہے۔

(۹) مزارات پر لنگر یا خیرات کو لوگوں کی طرف پھینکنا یا اچھالنا رزق اور مزارات کی بے ادبی ہے، اس طرح رزق اور تبرک کو زمین پر گرانا بھی رزق کی بے حرمتی ہے۔

(۱۰) مزارات کے گرد طواف حرام ہے اور مزارات کے احاطہ میں رقص و سرود کی محفل سجانا سخت ناجائز ہے۔

(۱۱) مزارات پر بلاضرورت چراغ جلانا ممنوع ہے، البتہ روشنی نہ ہونے کی صورت میں زائرین کی سہولت کے لئے چراغ جلانے میں حرج نہیں ہے۔

برادران اسلام کو چاہئے کہ ان آداب کو ملحوظ رکھیں اور بزرگان دین کے طفیل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے مستحق بنیں، محکمہ اوقاف کو چاہئے کہ ان ہدایات پر مشتمل بورڈ تیار کروا کر مزارات کے احاطے میں نصب کرے، امید ہے کہ بہت سے سلیم الطبع انہیں پڑھ کر راہ راست پر آجائیں گے۔

شرف قادری

رحمتِ عالم ﷺ اور خشیت الٰہی

آج دنیا کے جس خطے میں بھی دیکھئے مسلمان کمزوری اور زبوں حالی کا شکار نظر آئیں گے، کون سا جبر وتشدد ہے جو ان پر روا نہیں رکھا جا رہا، کون سی پابندی ہے جو ان پر عائد نہیں کی گئی؟ اسلامی ممالک ہر قسم کی نعمت و دولت سے مالا مال ہونے کے باوجود اغیار کے دست نگر ہیں اور دشمنانِ اسلام سے خائف اور مرعوب ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں واضح طور پر سر بلندی کی بشارت دی ہے، کمزوری اور دشمنوں کے خوف سے انہیں بلند و بالا قرار دیا ہے، لیکن یہ سب کچھ شرط ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔

لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(سورۃ آل عمران ۳/۱۳۹)

نہ ہی تم کمزوری کا سامنا کرو اور نہ ہی غمگین ہو اور تم ہی سر بلند ہو گے اگر تم مومن ہو۔

اللہ تعالیٰ کے اس واضح ارشاد کے باوجود اگر ہم دشمنوں کے خوف اور بزدلی کا شکار ہیں اور سر بلندی سے محروم ہیں، تو اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ ہم شرط ایمان کا مطلوبہ معیار پورا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

واقعات وشواہد بھی اسی امر کی نشان دہی کرتے ہیں کہ ایمان کا جو معیار ہم سے مطلوب ہے، اسے پورا کرنے میں ہم قطعاً ناکام رہے ہیں، مستحبات اور سنتوں کی ادائیگی تو دور کی بات ہے، ہم تو فرائض اور واجبات تک ادا نہیں کرتے، فسق و فجور اور محرمات کا بے دھڑک ارتکاب کیا جا رہا ہے۔ عریانیت، فحاشی، جنسی بے راہ روی کے مظاہرے گلی کوچوں میں جاری ہیں، نہ کوئی روکنے والا ہے اور نہ شرمانے والا، کیا ایسا معاشرہ اسلامی معاشرہ کہلا سکتا ہے؟ اس معاشرے کو دیکھ کر کوئی بھی ذی شعور اسلام کی طرف مائل نہیں ہو سکتا، البتہ

اسلام سے برگشتہ اور متنفر ضرور ہو سکتا ہے، بقول اقبال ہماری حالت یہ ہے:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

بقول امام احمد رضا بریلوی

دن لہو میں کھونا تجھے، شب عیش میں سونا تجھے
شرم نبی، خوفِ خدا، یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دل خوف خدا اور خوف آخرت سے عاری ہو چکے ہیں، ہمیں بھولے سے بھی یہ حقیقت یاد نہیں آتی کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جواب دہ ہونا ہے، جہاں ہر خیر و شر کا حساب ہوگا۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (سورۃ الزلزال ۸/۹۹۔۷)

جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی اسے دیکھے گا۔

دراصل ہمارا معاشرہ اس نہج پر چل نکلا ہے کہ آغوش مادر سے لے کر آغوش لحد تک یہ اہتمام ہی ترک کر دیا گیا ہے کہ لوگوں کے دلوں کو خوف خدا اور خوف آخرت سے معمور کیا جائے، اس کوتاہی کی ذمہ داری اگر حکومتی مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب تعلیم پر عائد ہوتی ہے تو اربابِ خانقاہ اور اصحابِ محراب و منبر بھی اس سے بری الذمہ نہیں ہیں، بلکہ نظر انصاف سے دیکھا جائے تو زیادہ تر ذمہ داری ان ہی حضرات پر عائد ہوتی ہے کیونکہ وہی وارثان انبیاءِ کرام ہیں۔

پیش نظر مقالہ میں ہادیٔ اعظم سرور دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک اہم پہلو ''خشیت الہیہ'' پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مولائے کریم جل مجدہ، ہمارے دلوں کو اپنی

یاد، اپنی خشیت اور خوف آخرت سے مالا مال فرمائے اور اس خوف وخشیت کی تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

خوف اور خشیت کی بنیاد علم ہے، بچے کے سامنے سانپ رکھ دیا جائے، تو چونکہ وہ اس کے خطرے سے نا آشنا ہے، اس لیے فوراً اسے پکڑنے کی کوشش کرے گا، جبکہ اس کے والدین جو اس کی ایذا سے واقف ہیں اس کے قریب بھی نہیں جانے دیں گے، ارشاد ربانی ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو اہل علم ہیں۔

فرق یہ ہے کہ مخلوق سے ڈرنے والا، اس سے دور بھاگتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا زیادہ سے زیادہ اس کے قریب ہونا چاہتا ہے، اس کا اطاعت شعار بندہ بن جاتا ہے اور اس کی نافرمانی سے کوسوں دور بھاگتا ہے، بلکہ دوسروں کو بھی معصیت سے منع کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً (متفق علیہ)

(مشکوۃ شریف عربی، ص، ۲۷)

بخدا! میں ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف اور خشیت رکھتا ہوں

چونکہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی معرفت سب سے زیادہ رکھتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں بھی سب سے آگے ہیں، صحابۂ کرام کو نماز پڑھاتے تو بوڑھے بیمار اور صاحب حاجت کا خیال رکھتے، بعض اوقات صبح کی نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سماعت فرماتے تو اس خیال سے نماز مختصر فرما دیتے کہ کہیں بچے کی ماں

پریشان نہ ہوجائے، لیکن جب رات کو نوافل ادا فرماتے تو بعض اوقات طویل ترین قراءت فرماتے اور رکوع وسجود بھی اس کے مطابق طویل طویل ادا فرماتے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آپ نے دو رکعتوں میں سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء اور سورۂ مائدہ پڑھی۔(۱)

رات کے نوافل میں اس قدر طویل قیام فرماتے کہ پائے اقدس سوج جاتے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ کے طفیل تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ آپ کے شکم اطہر سے اس طرح آواز آرہی تھی جیسے ہنڈیا ابل رہی ہو۔

ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر ہمیشہ خشیت اور فکر طاری رہتا تھا کبھی بے فکر نہیں رہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی، جب آیت رحمت پڑھتے تو ٹھہر کر اللہ تعالیٰ سے رحمت کی درخواست کرتے، اور جب آیت عذاب پڑھتے تو ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کی ذات اقدس میں پیرانہ سالی کے آثار ظاہر ہوگئے ہیں، فرمایا: مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کردیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ

---

(۱) الشفا عربی ج ا ص ۵۸

مجھے سورۂ ہود، الواقعہ، المرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کوّرت نے بوڑھا کر دیا ہے۔(۱)

شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ ان سورتوں میں قیامت کے ہولناک مصائب اور پہلی امتوں پر نازل ہونے والے عذاب کی مختلف قسموں کا ذکر ہے، نبی اکرم ﷺ کو خوف تھا کہ کہیں میری امت ان مصیبتوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے دو مقام ہیں۔

(۱) اس کے عذاب سے ڈرنا۔

(۲) اس کے جلال سے خائف ہونا۔

پہلا مقام عامۃ المسلمین کے لیے ہے، ان کا ایمان ہے کہ جنت برحق ہے، اور وہ اطاعت کی جزا ہے، اور دوزخ برحق ہے اور وہ نافرمانی کی سزا ہے۔

دوسرا مقام اہل علم و معرفت کا ہے، اللہ تعالیٰ کے جلال اور کبریائی سے مرعوب اور خائف ہونا اُن ہی کا کام ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ

اور اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔

نیز فرماتا ہے:

اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ

اللہ سے ایسے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے۔(۲)

ظاہر ہے کہ نبی اکرم ﷺ پیکر معصومیت ہیں آپ کے حق میں خوف خدا کا دوسرا مقام ہی پایا جا سکتا ہے، نیز آپ اپنی امت کے بارے میں خائف تھے کہ وہ اپنی بدعملی کی

---

(۱) مشکوٰۃ شریف عربی ص ۴۰۸

(۲) احیاء العلوم عربی ج ۴ ص ۱۶۷

بناء پر مبتلائے غضب وعذاب نہ ہو جائے، حاشا وکلا یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ معاذ اللہ! آپ کو اپنے انجام کا بھی علم نہ تھا، اور آپ اپنی ذات اقدس کے بارے میں پریشان اور خوف زدہ تھے، آپ کی ذات کریم تو وہ منبع نجات وفلاح اور مرکز رشد ہدایت ہے کہ آپ کے نقش قدم پر چلنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے، اسے زمین پر چلتے پھرتے جنت کی نوید دے دی جاتی ہے، آپ کے دامن عالی سے وابستگان ہزاروں کی تعداد میں حساب و کتاب کے بغیر سیدھے جنت میں جائیں گے، کئی اعمال صالحہ پر آپ نے اپنے امتیوں کو جنت کی ضمانت دی ہے، لواء الحمد آپ کے دست اقدس میں ہوگا، آپ ساقی کوثر ہوں گے، شفاعت کبریٰ آپ ہی فرمائیں گے، مقام محمود پر آپ ہی فائز ہوں گے آدم علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء کرام آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، تمام مخلوق یہاں تک کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نگاہیں آپ ہی کی سمت اٹھیں گی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

ما و شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو

کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

جنت کا دروازہ اگر کسی کے لیے کھولا جائے تو وہ آپ ہی کے لیے کھولا جائے گا، آپ کی امت سے پہلے کسی امت کو جنت میں داخلے کی اجازت نہیں ہوگی، ایسی ذات اقدس کے لئے کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ معاذ اللہ! آپ تو اپنے انجام سے بھی بے خبر تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا یہ پہلو بھی خاص توجہ کا طالب ہے کہ آپ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی کسی لمحہ غافل نہ رہنے دیتے، سیرت وحدیث کی کتابوں کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام کیسی ہی گفتگو میں مصروف ہوتے، آپ انہیں کمال لطافت سے یاد الٰہی کی طرف متوجہ فرما دیتے

نیز آپ کی گفتگو اس قدر موثر اور بلیغ ہوتی کہ صحابہ کرام کے دل دہل جاتے، آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور وہ دنیا و مافیہا کو بھول کر اللہ تعالیٰ اور آخرت کی یاد میں محو ہو جاتے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> خدا کی قسم! اگر تم وہ کچھ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے، بستروں پر امور زوجیت سے لطف اندازنہ ہوتے، تم جنگلوں کا رخ کرتے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ——— حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کاش! میں درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔

نبی اکرم ﷺ کی تعلیم و تلقین کے گہرے اثرات کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہ چلتے ہوئے اعلان کر رہے ہیں کہ حنظلہ منافق ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ حنظلہ منافق نہیں ہوا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے، آپ نے وعظ و نصیحت فرمائی جس سے ہمارے دل لرز گئے، آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور ہم نے اپنے نفوس کو پہچان لیا، لیکن جب میں اپنے گھر گیا تو دنیا کی باتوں میں مصروف ہو گیا اور آپ کی بارگاہ میں جو حالت تھی وہ نسیاً منسیا ہو گئی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حنظلہ! اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہتے تو فرشتے راہ چلتے ہوئے اور تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کرتے، حنظلہ! یہ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔(1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ تین صحابۂ کرام نے مل کر ایک معاہدہ کیا، ایک صحابی نے کہا کہ میں ہمیشہ رات کو نوافل ادا کیا کروں گا، دوسرے نے فرمایا: میں

---

(1) احیاء العلوم عربی، ج ۴، ص ۱۶۴

ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا اور کبھی بے روزہ نہیں رہوں گا، تیسرے نے کہا: میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم نے یہ یہ عہد و پیمان کئے ہیں؟ خدا کی قسم، میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی خشیت رکھتا ہوں، اور تم سب سے زیادہ اس کی نافرمانی سے بچنے والا ہوں، لیکن اس کے باوجود روزہ بھی رکھتا ہوں، اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں، اور سوتا بھی ہوں، اور نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میری راہ پر نہیں ہے۔(۱)

غور کیجئے! نبی اکرم ﷺ محبوب رب العالمین ہیں، امام الانبیاء والمرسلین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، اس کے باوجود جلال الٰہی کے پیش نظر سراپا خوف وخشیت ہیں، امت کے غم میں اشکوں کی ندیاں بہادیتے ہیں، صحابۂ کرام پر آپ کے کلمات طیبات کا اتنا گہرا اثر ہوتا ہے کہ وہ دنیا اور اہل دنیا سے بقدر ضرورت تعلق رکھتے ہوئے بھی خائف ہوتے کہ کہیں یہ تعلق نفاق ہی میں شمار نہ ہو جائے، اُن پر رب کریم کی صفات جلال کی اس قدر ہیبت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ صرف فرائض و واجبات اور سنتوں کی ادائیگی کو ناکافی تصور کرتے ہوئے یہ چاہتے کہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں مصروف اور محو ہو جائیں اور دنیا کے تمام دھندوں اور لذات نفسانیہ کو یکسر ترک کر دیں۔

دوسری طرف ہم اپنی افسوسناک حالت پر نظر ڈالیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرائض و واجبات اور نبی اکرم ﷺ کی سنتوں پر کہاں تک عمل پیرا ہیں، خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کے لئے حلال وحرام کی تمیز فراموش کر چکے ہیں، ہمارے دل خوف خدا اور خوف آخرت سے محروم ہو چکے ہیں، تو سر بار ندامت سے جھک جاتا ہے اور یہ احساس شدت سے ابھرتا ہے کہ ہم کس منہ سے ایماندار ہونے اور خدا اور رسول کے محب اور عاشق ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟

(۱) مشکوٰۃ شریف عربی، ص ۲۷

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ۔(۱)

تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں ہوگا جب تک اس کی خواہشات ہمارے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائیں۔

بار الہا! اپنی ذات کریمی کے طفیل اور اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے ہمارے ظاہر و باطن کی کثافتوں کو دور فرمادے، ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے منور اور اپنے خوف اور خشیت سے معمور فرمادے۔

کیست مولائی بہ از رب جلیل

حسبنا اللہ ربنا نعم الوکیل

---

(۱) مشکوٰۃ شریف عربی ص ۳۰

محافل میلاد اور غیر مستند روایات

ماہ ربیع الاول شریف میں دنیا بھر کے مسلمان اپنے آقا و مولیٰ تاجدار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر حسب استطاعت خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں، جلسہ، جلوس، چراغاں، صدقہ و خیرات سب اسی خوشی کے مظاہر ہیں اور اس جہان میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کے شکریئے کے انداز ہیں۔ کچھ ذوق لطیف بلکہ نور ایمان سے محروم ایسے لوگ بھی ہیں جن کے نزدیک ان تمام امور کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اگرچہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے تاہم وہ وقت بے وقت اپنے دل کی بھڑاس نکالتے رہتے ہیں۔

دوسری طرف اہل سنت و جماعت کے اکثر خطباء اور مقررین ہیں جو تبلیغ دین کو ایک مشن بنانے کی بجائے، سنی سنائی باتوں یا غیر مستند کتابوں کے حوالے سے روایات بیان کر کے جوش خطابت کے جوہر دکھانے پر اکتفا کرتے ہیں اور سادہ لوح عوام جذبات کی رو میں بہہ کر نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگا کر خوش ہو جاتے ہیں۔

حال ہی میں علامہ ابن حجر مکی ہیتمی قدس سرہ (متوفی ۹۷۴ھ) کی طرف منسوب ایک کتاب "النعمة الکبری علی العالم فی مولد سید ولد آدم" دیکھنے میں آئی ہے، جس میں حضور سید عالم ﷺ کے فضائل و محامد کے ساتھ ساتھ میلاد شریف منانے کے فضائل بیان کیے گئے ہیں، مقررین حضرات کے لیے یہ کتاب بڑی دلچسپی کی چیز ثابت ہوئی ہے، اکثر خطباء اس کے حوالے سے اپنی تقریروں کو چار چاند لگا رہے ہیں۔

اس کتاب میں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات سے میلاد شریف پڑھنے کے فضائل اس طرح بیان کیے گئے ہیں:

(۱) جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کے میلاد شریف کے پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۲) جس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اس نے اسلام کو زندہ کیا۔
(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

(۳) جس شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کے پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا گویا وہ غزوۂ بدر و حنین میں حاضر ہوا۔
(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۴) جس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد کے پڑھنے کا سبب بنا وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ ہی جائے گا اور جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا۔
(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس کے علاوہ حضرت حسن بصری، جنید بغدادی، معروف کرخی، امام رازی، امام شافعی، سری سقطی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات نقل کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد چند سوالات پیدا ہوتے ہیں، اکابر علماء اہلسنت سے درخواست ہے کہ وہ ان کے جوابات مرحمت فرمائیں۔

(۱) فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی مقبول ہے۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

''معتبر اور مستند حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں حجت ہے''(۱)

شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول، فعل اور تقریر کو بھی حدیث کہا جاتا ہے۔''(۲)

علامہ ابن حجر مکی دسویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں، لازمی امر ہے کہ انھوں نے مذکورۂ بالا روایات صحابہ کرام سے نہیں سنیں، لہٰذا وہ سند معلوم ہونی چاہیے جس کی بنا پر یہ احادیث روایت کی گئی ہیں، خواہ وہ سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو، یا ان روایات کا کوئی مستند ماخذ

---

(۱) تطہیر الجنان ص ۱۳ (۲) مقدمہ مشکوٰۃ شریف

ملنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں: اسناد دین سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو آتا کہہ دیتا۔''(۱)

(۲)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میری امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جو تمھیں ایسی حدیثیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمھارے آباء نے، فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ تم ان سے دور رہنا، اور انہیں اپنے آپ سے دور رکھنا''(۲)

سوال یہ ہے کہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر بزرگان دین کے یہ ارشادات امام احمد رضا بریلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، ملا علی قاری، علامہ نبہانی قدست اسرارہم اور دیگر علماء اسلام کی نگاہوں سے کیوں پوشیدہ رہے؟ جبکہ ان حضرات کی وسعت علمی کے اپنے اور بیگانے سب ہی معترف ہیں۔

(۳)......خود ان اقوال کی زبان اور انداز بیان بتا رہا ہے کہ یہ دسویں صدی کے بعد تیار کیے گئے ہیں۔ میلاد شریف کے پڑھنے پر دراہم خرچ کرنے کی بات بھی خوب رہی، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں نہ تو میلاد شریف کی کوئی کتاب تھی جو پڑھی جاتی تھی اور نہ ہی میلاد کے پڑھنے کے لیے انہیں دراہم خرچ کرنے اور فیس ادا کرنے کی ضرورت تھی، اور ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ صرف ربیع الاول کے مہینے میں ہی میلاد شریف مناتے تھے، بلکہ ان کی ہر محفل اور ہر نشست محفل میلاد ہوتی تھی، جس میں حضور ﷺ کے حسن و جمال، فضل و کمال اور آپ کی تعلیمات کا ذکر ہوتا تھا۔

آج یہ تصور قائم ہو گیا ہے کہ ماہ ربیع الاول اور محفل میلاد میں صرف حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ ہونا چاہیے، بلکہ بعض اوقات تو موضوع سخن صرف میلاد شریف

---

(۱) مسلم شریف ج ۱ ص ۱۲ (۲) مسلم شریف ج ۱ ص ۹

منانے کا جواز ثابت کرنا ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہر مقرر اپنی تقریر میں میلاد شریف کے جواز پر دلائل پیش کر کے اپنی تقریر ختم کر دیتا ہے اور جلسہ برخاست ہو جاتا ہے، حالانکہ میلاد شریف منانے کا مقصد تو یہ ہے کہ خدا اور رسول (جل وعلا وعلیہ ﷺ) کی محبت مضبوط سے مضبوط تر ہو اور کتاب وسنت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو، ہماری بعض محفلیں مستند روایات کے حوالے سے میلاد شریف کے بیان سے بھی خالی ہوتی ہیں اور عمل کی تو بات ہی نہیں کی جاتی۔

(۴)...... علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی قدس سرہ نے جواہر البحار کی تیسری جلد میں صفحہ ۳۲۸ سے ۳۳۷ تک علامہ ابن حجر مکی ہیتمی کے اصل رسالہ "النعمة الکبری علی العالم بمولد سید ولد آدم" کی تلخیص نقل کی ہے جو خود علامہ ابن حجر مکی نے تیار کی تھی۔ اصل کتاب میں ہر بات پوری سند کے ساتھ بیان کی گئی تھی، تلخیص میں سندوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں:

> "میری کتاب واضعین کی وضع اور ملحد و مفتری لوگوں کے انتساب سے خالی ہے، جب کہ لوگوں کے ہاتھوں میں جو میلاد نامے پائے جاتے ہیں ان میں سے اکثر میں موضوع اور جھوٹی روایات موجود ہیں۔"(۱)

اس کتاب میں خلفاء راشدین اور دیگر بزرگان دین کے مذکورہ بالا اقوال کا نام و نشان تک نہیں ہے، اس سے یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی کہ بازار میں عام ملنے والی کتاب ایک جعلی کتاب ہے جو علامہ ابن حجر کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔

علامہ سید محمد عابدین شامی، صاحب رد المحتار کے بھتیجے علامہ سید احمد عابدین شامی نے اصل "نعمة کبری" کی شرح "نثر الدرر علی مولد ابن حجر" لکھی جس کے متعدد اقتباسات علامہ نبہانی نے 'جواہر البحار' جلد ۳ میں صفحہ ۳۳۷ سے ۳۷۴ تک نقل

---

(۱) جواہر البحار ج ۳ ص ۳۲۹

کیے ہیں، اس میں بھی خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذکورہ بالا اقوال کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ضرورت ہے کہ محافل میلاد میں حضور سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ساتھ آپ کی سیرت طیبہ اور آپ کی تعلیمات بھی بیان کی جائیں، اور میلاد شریف کی روایات مستند اور معتبر کتابوں سے لی جائیں، مثلاً مواہب لدنیہ، سیرت حلبیہ، خصائص کبریٰ، زرقانی علی المواہب، مدارج النبوۃ اور جواہر البحار وغیرہ اور اگر صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر معروف کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان سے خاصا مواد جمع کیا جا سکتا ہے۔

اگر مواد یکجا مطلوب ہو جس سے بآسانی استفادہ کیا جا سکے تو اس کے لیے سیرت رسول عربی از علامہ نور بخش توکلی، میلاد النبی از علامہ سید احمد سعید کاظمی، الذکر الحسین از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، دین مصطفےٰ از علامہ سید محمود احمد رضوی، المولد الروی از حضرت ملا علی قاری، حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف از شیخ محمد بن علوی مالکی حسنی، مولد العروس از علامہ ابن جوزی اور حسن المقصد فی عمل المولد از امام جلال الدین سیوطی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاحِ محافلِ نعت

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت وتوصیف بیان کرنا اور سننا روح کی غذا اور ایمان کی جلا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ فرشتوں کا وظیفہ ہے، انبیاء کرام کا محبوب عمل ہے، صحابہ کرام اور اولیاء کاملین اور ائمۂ دین کا سرمایۂ حیات ہے۔

حضرت حسان بن ثابت، مولانا جامی، رومی، سعدی، بوصیری اور احمد رضا بریلوی قافلۂ عشق ومحبت کے وہ حدی خوان ہیں جنہوں نے درد وسوز میں ڈوبے ہوئے اپنے نغموں سے ایک جہان کو ''آتش بجاں'' بنا دیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص میں تین خصلتیں پائی جائیں وہ ان کی بدولت ایمان کی چاشنی پا لیتا ہے ان میں سے ایک خصلت یہ ہے کہ:

أن یکون اللہ ورسولہ أحبُّ إلیہ مما سواھما۔

اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔

ایمان کی چاشنی پا لینے کا مطلب کیا ہے؟ امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ بندۂ مسلم کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام پر عمل پیرا ہونا دشوار اور بوجھل نہیں رہتا، بلکہ آسان ہو جاتا ہے۔

اس حدیث شریف سے چند مسائل معلوم ہوئے:

(۱) بندہ مومن کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے دنیا کے ہر فرد اور تمام مال ومنال سے زیادہ محبت رکھے۔

(۲) یہ ہے کہ سب سے اہم اور سب سے مقدم اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہے۔

یہی بات ایک بزرگ نے فرمائی ہے ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۳) اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو، اللہ تعالیٰ کے فرائض اور واجبات ادا کرے، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہو، اس کی وضع قطع، چال ڈھال، اس کی گفتار اس کا کردار سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، اہل بیت عظام اور اولیائے امت کے موافق ہو۔

ایک عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تَعْصِیُ الْاِلٰہَ وَاَنتَ تُظهِرُ حُبَّہٗ   هذا لعمری فی الفِعال بدیع

لو کان حبک صادقاً لاطعتہ   إن المحبَّ لمن يُحِبُّ مطیع

○ ـــــ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور ظاہر یہ کرتا ہے کہ تو اس کا محب ہے، میری زندگی کے مالک کی قسم! یہ رویہ عجیب وغریب ہے۔

○ ـــــ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا، بے شک محب اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

ایمان کی چاشنی اور شاعری کی صلاحیت باہم ملتی ہیں تو نعت شریف سامنے آتی ہے، اب نعت لکھنے والے کا علم اور مطالعہ جتنا زیادہ ہوگا اس کے کلام میں اتنی ہی گہرائی اور پختگی بھی زیادہ ہوگی اور اگر شاعر مقام الوہیت کی نزاکت اور شان رسالت کا پوری طرح خیال رکھے گا تو اس کی نعت محبت اور شریعت کے پیمانوں پر پوری اترے گی، حضرت کعب

بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنا مشہور نعتیہ قصیدہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نعت کو پسند فرمایا، لیکن ایک شعر کی اصلاح بھی فرمادی، حضرت کعب بن زہیر نے کہا تھا:

وانہ لنار" یُسْتَضَاءُ بِہٖ　　وَسَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ الْھِنْدِ مَسْلُوْلٌ

آپ اس آگ کی طرح ہیں جس سے روشنی اور راہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور آپ ہندوستان کی عمدہ تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت کعب بن زہیر نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آگ سے تشبیہ اس لئے دی کہ عرب کے امراء اور شرفاء رات کے وقت اپنے گھر کے باہر اونچی جگہ آگ جلانے کا اہتمام کیا کرتے تھے، تاکہ رات کی تاریکی میں بھٹکتا ہوا کوئی مسافر آگ دیکھے تو سمجھ لے کہ یہاں ایسا گھر موجود ہے جس میں رات بھی بسر کی جا سکتی ہے اور کھانا بھی کھایا جا سکتا ہے، یوں آگ کا الاؤ راہنمائی کا کام دیتا تھا، اور ہندوستانی تلوار زمانۂ اسلام سے قبل ہی اپنی مضبوط، کاٹ، اور تیزی کے حوالے سے مشہور تھی، یوں آگ سے تشبیہ میں سخاوت اور ہندی تلوار سے تشبیہ میں جرأت اور بہادری کا اظہار مقصود تھا، یہ معانی اگرچہ اپنی جگہ درست تھے، تاہم یہ تشبیہ مقام نبوت کے مناسب نہ تھی، اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شانِ اُمیت کے باوجود اس شعر کی ایسی اصلاح فرمائی کہ اسے زمین سے اُٹھا کر آسمان کی رفعتوں سے آشنا فرمادیا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کعب بن زہیر! تم اپنے شعر کو یوں تبدیل کرو'':

وانہ لَنُوْرٌ" یُسْتَضَاءُ بِہٖ　　وَسَیْفٌ" مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلٌ"

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک شمشیر بے نیام ہیں۔

نیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں چادر رحمت بھی عطا فرمائی۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انسانیت کیلئے ہر پہلو سے اصلاح کا پیغام لائے ہیں، آپ نے اپنی نعت کو بھی اصلاح سے نوازا، بلکہ ایسی اصلاح فرمائی کہ نعت کا عروضی وزن بھی برقرار رہا اور معنویت میں بھی جمال کا اضافہ ہو گیا۔

نعتیہ شاعری میں امامت کے درجے پر فائز قصیدہ بردہ شریف کے ناظم حضرت امام بوصیری نے نعتیہ شاعری میں مقام الوہیت کو پیش نظر رکھنے کا اور اس کا خیال رکھنے کی طرف بڑے خوبصورت پیرائے میں توجہ دلائی ہے، آپ فرماتے ہیں:

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ وَاحْکُمْ بِمَاشِئْتَ مَدْحًافِیْهِ وَاحْتَکِمْ

عیسائیوں نے اپنے نبی علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اسے چھوڑ دو، اس کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں جو چاہو کہو اور مان لو۔

امام بوصیری چونکہ نعت گو شعراء کے مقتدا ہیں اس لئے نعتیہ شاعری کرنے والے اہل علم شعراء نے امام بوصیری کی اس نصیحت کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور ہمارے سامنے ایسے مستند شعراء کی ایک طویل فہرست ہے جن کی لکھی ہوئی نعتیں کہیں بھی غیر متوازن نہیں، انہی نعت گو شعراء میں ایک امام احمد رضا خاں قادری بھی ہیں جنہوں نے مقامِ الوہیت کا خیال رکھنے کی نصیحت اپنے مخصوص انداز میں کی ہے۔

آپ کی اس نصیحت کا ذکر کرتے ہوئے پاکستان کے نامور اسکالر اور نعت گو شاعر مولانا کوثر نیازی کہتے ہیں:

''شاعری ایک اور میدان ہے جہاں بے اختیار ادب واحتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور شاعری میں بھی نعت گوئی کی صنف تو ایک ایسی مشکل صنف سخن ہے جس میں ایک ایک قدم پل صراط پر رکھنا پڑتا ہے، یہاں ایک طرف محبت ہے، تو ایک طرف شریعت، ایک شاعر نے روضۂ رسول پر اپنی حاضری کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

کس بیم و رجا کے عالم میں طیبہ کی زیارت ہوتی ہے

اک سمت محبت ہوتی ہے اک سمت شریعت ہوتی ہے

لیکن یہ کیفیت حقیقت میں صرف روضۂ رسول پر حاضری کے وقت ہی طاری نہیں ہوتی، نعت کہتے وقت ہر شعر اسی امتحان و آزمائش سے دوچار رہتا ہے، یہاں بھی ایک طرف محبت ہوتی ہے اور ایک طرف شریعت، اگر صرف شریعت کو ملحوظ رکھا جائے تو شعر شعر نہ رہے وعظ و تقریر بن جائے، اور اگر صرف محبت کے تقاضے پورے کئے جائیں تو ایک ایک لفظ شریعت کی جراحت کا مجرم ٹھہرے، عرفی شیرازی نے اس نازک صورت حال کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا

آہستہ کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را

عرفی جلد جلد قدم نہ اٹھا یہ نعت کا میدان ہے، صحرا نہیں ہے، آہستہ آہستہ چل کیونکہ تو تلوار کی دھار پر قدم رکھ رہا ہے۔

امام احمد رضا کو بھی اس مشکل کا کامل احساس ہے، وہ ملفوظات میں فرماتے ہیں:

''نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے، بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے، کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔''

نعت گوئی میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی جس احتیاط پسندی کی طرف مولانا کوثر نیازی نے اشارہ فرمایا ہے اسے امام اہل سنت نے اپنی ایک رباعی میں یوں ذکر کیا ہے:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ　　بیجا سے ہے المنة للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی　　یعنی رہے آدابِ شریعت ملحوظ

نعت گوئی کے لئے علم و عمل کے ساتھ ساتھ شاعر کو مقام الوہیت کی نزاکت کا احساس اور شانِ رسالت کا صحیح ادراک بھی ہونا چاہیے، دل و دماغ بیدار ہوں اور پاسبان

عقل دل کے پاس رہے تب ہی معیاری نعتیہ شاعری سامنے آسکتی ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

در کفے جامِ شریعت در کفے سندان عشق

ہر ہوسنا کے نداند جامِ وسنداں باختن

ایک ہاتھ میں جامِ شریعت اور ایک ہاتھ میں عشق کی آہرن (جس پر لوہار لوہا کوٹتے ہیں) ہر ہوس پرست بیک وقت جام اور آہرن سے نہیں کھیل سکتا۔

نعت شریف، نعت خواں اور نعت سننے والے حضرات کے بارے میں چند آداب درج ذیل سطور میں پیش کئے جاتے ہیں تاکہ انہیں اپنا کر ہم نعت کے فیوض و برکات سے صحیح طور پر مستفید ہوسکیں۔

(۱)— سب سے اہم بات یہ ہے کہ نعت خواں صرف خوش آواز نہ ہو، بلکہ سنت مبارکہ اس کے سر اور چہرے پر جلوہ گر بھی ہو، اگر وہ نماز نہیں پڑھتا، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ اس کے چہرے اور سر پر سجی ہوئی نہیں ہے، تو اس کی آواز اتباع شریعت کی اپیل کیا کرے گی؟

(۲)— محفل نعت میں حمد الٰہی پڑھنے کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، جیسے آج کل بعض ماہناموں میں اس کا اہتمام کیا جارہا ہے، یہ لائق تحسین اور قابل تقلید عمل ہے۔

(۳)— ہماری محافل کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوتا ہے، اس سے عام سامعین کو معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے کس پیغام کی تلاوت کی گئی ہے؟ اس لئے ان آیات کا ترجمہ بھی سنایا جانا چاہیے۔

(۴)— نعتیں مستند علماء دین کی پڑھی جائیں، مثلاً حضرت حسان بن ثابت، امام بوصیری، مولانا جامی، شیخ سعدی، پیر مہر علی شاہ، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ اور ایسے ہی دیگر اہل علم شعراء، ورنہ کم علم شعراء ایسے ایسے شعر لکھ جاتے ہیں جو بجائے فائدے کے

نقصان دیتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی نے یہ شعر پڑھا:

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے؟ مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

اعلیٰ حضرت نے فوراً منع فرمادیا اور فرمایا: ''یہ شعر شان رسالت سے فروتر ہے، یوں پڑھو:

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے؟ قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے

حضرت محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی نے یہ شعر پڑھا:

تسیں سانوں مکھ وکھاوناں نہیں اسیں دید بناں ایتھوں جاوناں نہیں

اسیں مڑ مڑ در تے آوناں نہیں ساڈا جوگیاں والا پھیرا اے

حضرت محدث اعظم پاکستان نے فرمایا اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو ہم حضور اقدس ﷺ کے در اقدس پر بار بار حاضر ہوں گے، اس لئے دوسرا مصرع یوں بدل دیں:

اسیں مڑ مڑ جگ تے آوناں نہیں ساڈا جوگیاں والا پھیرا اے

ایک محفل میں ایک صاحبزادے نے نعت پڑھی، اس کا ایک مصرع یہ تھا:

خدا ہے محمد، محمد خدا ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک)

راقم نے اسی وقت منع کر دیا۔

ایک رسالے میں ایک نعت کا یہ مصرع دیکھا:

بباطن خدا ہیں، بظاہر محمد

کہنے والا اور پڑھنے والا تو رہا اپنی جگہ، یہاں تو سن کر سبحان کہنے والے کی بھی خیر نہیں ہے، ایک محفل میں ایک صاحب نے نعت پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا:

خدا حافظ سہی ناصر سہی لیکن ہمیں کافی ہے بس تیرا سہارا یا رسول اللہ

میں نے اسے وہیں منع کر دیا، اس شعر کا صاف مطلب یہ ہے کہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے، لیکن یا رسول اللہ! ہمیں تو صرف آپ کا سہارا ہی کافی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

حالانکہ ایک مسلمان کا عقیدہ یہ ہے اور ہونا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امداد اللہ تعالیٰ ہی کی امداد ہے، لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے اور واسطے سے ہے۔

ایک مشہور مصرع ہے

کی کی نہ کیتا یار نے اک یار واسطے

اس انداز سے یہ گمان ہوتا ہے کہ دو ہستیاں ایک دوسرے کے برابر ہیں، ان میں سے ایک نے دوسری ہستی کے لئے محفلیں سجائی ہیں، ایسے کسی بھی اور کلمے سے گریز کرنا چاہیے جس سے مساوات اور برابری کا وہم بھی پیدا ہو۔

ہمارے پنجابی شاعر عموماً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''سوہنیاں'' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اس لفظ سے خطاب کسی چھوٹے کو کیا جاتا ہے یا برابر کے شخص کو، کسی بڑی شخصیت کو اس لفظ سے مخاطب نہیں کیا جاتا، مثلاً: آدمی اپنے والد صاحب یا پیر صاحب کو یوں مخاطب نہیں کرے گا کہ ''سوہنیاں کتھوں آیاں ایں؟' جب اس لفظ سے اپنے باپ کو خطاب نہیں کیا جاتا، تو فخر کائنات، سرور موجودات، سید رُسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس لفظ سے مخاطب کرنا کیونکر مناسب ہوگا؟ ہاں بطور صفت یہ لفظ بول سکتے ہیں کہ ''ساڈا آقا سب سوہنیاں تو سوہنا اے'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ایک اور شعر کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانے سے پہلے تمہیداً یہ عرض کر دوں کہ آج ہر طرف فتنہ وفساد، قتل وغارتگری، عریانی، اور فحاشی اور لادینیت کا دور دورہ ہے،

ایسے ماحول میں مسلمانوں کے دلوں میں خوف خدا اور خوف آخرت اجاگر اور راسخ کرنے کی ضرورت ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے متقی پرہیزگار، مومن کامل اگر کہتے ہیں تو بجا کہتے ہیں

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفےٰ
تیرے لئے امان ہے، تیرے لئے امان ہے

لیکن اس خوشخبری کو اگر ہر شخص کے لئے عام کردیا جائے، تو یہ کسی طرح بھی درست نہیں ہوگا، مثلاً:

کیوں فکر کریں یارا، ماشہ وی اگیرے دا؟
اوہنوں سِتے ای خیراں نیں جیہد اسائیں نگر ہووے

یہ بات صحیح ہے لیکن اس سے تاثر غلط پیدا ہو رہا ہے، یعنی جس مسلمان کے پیچھے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت و شفاعت ہو اس کے لئے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، یہ بات درست ہے، لیکن ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہیے کہ ہم جیسے گناہوں کے پلندے کے پیچھے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفقت ہے بھی یہی کہ نہیں؟

حدیث شریف میں ہے کہ اونٹوں کی زکوۃ دینے والے کی گردن پر اونٹ سوار ہوگا اور کوئی اس کی امداد کرنے والا نہیں ہوگا، میدان محشر میں ایک ہی ہستی کی طرف نگاہیں اٹھیں گی، وہ کہے گا یارسول اللہ اغثنی! یارسول اللہ میری امداد فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں گے:۔

لَاأُملِکُ لَکَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا فَقَدْ بَلَّغْتُکَ

ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے، ہم تمہیں اللہ کے احکام پہنچا چکے ہیں۔

غالباً اسی حدیث شریف کو سامنے رکھتے ہوئے ایک شاعر نے کہا ہے:

اس دن ویکھاں گا میں تیری آکڑ تے مغروری

جس دن کہیا نبی سرور نے ایہہ نیں امت میری

اسی طرح یہ شعر بھی مزے لے لے کر پڑھا جاتا ہے اور اس کا مطلب نہیں سمجھا جاتا:

وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں

جو سرور عالم کا میلاد مناتے ہیں

بے شک محفل میلاد منانا باعث خیر و برکت اور سعادت ہے، لیکن یہ حقیقت ذہن میں رکھنی چاہیے کہ محفل میلاد شریف منعقد کرنا مستحب اور مستحسن ہے اور یہ بھی یاد رکھا جائے کہ سب سے پہلے فرض ہے، اس کے بعد واجب، اس کے بعد سنت اور سنت کے بعد مستحب کی باری آتی ہے، اب جو شخص فرض و واجب اور سنتیں ادا نہیں کرتا اور وہ صرف میلاد شریف منانے پر اکتفا کرتا ہے، وہ میلاد شریف کی مکمل برکتوں سے کیسے فیضیاب ہو سکتا ہے؟

(۶) محافل نعت مختصر ہونی چاہئیں تاکہ صبح کی نماز قضا نہ ہو، ہمارے ہاں ساری ساری رات محفل نعت جاری رہتی ہے اور نماز کے وقت لوگ جا کر سو جاتے ہیں۔

(۷) محافل نعت پر اعتدال کے ساتھ خرچ کرنا چاہیے اور یہ ضروری ہے کہ وہ رزق حلال ہو، دیکھنے سننے میں آیا ہے کہ ایک ایک محفل نعت پر لاکھوں روپے خرچ کر دئے جاتے ہیں۔

یاد رکھئے کہ علم دوست اور علم پرور قومیں استاد کو بنیادی اہمیت دیتی ہیں، استاد ہی وہ افراد تیار کرتا ہے جو قوموں کی قیادت کیا کرتے ہیں، لیکن ہمارا مشاہدہ ہے کہ قرآن و حدیث اور علوم دینیہ پڑھانے والے اساتذہ کو اتنا مشاہرہ دیا جاتا ہے جس سے وہ اپنی اور

اپنے اہل وعیال کی ضرورتیں بھی پوری نہیں کر سکتے، جب کہ مقبول عام نعت خوان اور خطیب ایک ایک محفل میں اس سے زیادہ نذرانے سمیٹ کر لے جاتے ہیں، اس کا بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ ہمارے طلباء دینی مدرس بننے کے لئے تیار نہیں ہوتے، اسی لئے ہمارے مدارس سے اہل علم وفضل حضرات تیار نہیں ہوتے، اغیار کی عربی زبان میں کتابیں دس دس بیس بیس جلدوں میں چھپ رہی ہیں اور پوری دنیا میں پھیل رہی ہیں، جب کہ ہمارے ہاں عربی زبان میں ایک جلد کا چھاپنا بھی مشکل ہے اور اگر کوئی جرأت رندانہ سے کام لے کر چھاپ ہی دے، تو کوئی اسے خریدنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، حد یہ ہے کہ ہمارے بارے میں اغیار کا پروپیگنڈا یہ ہے کہ: ''یہ جاہلوں کی جماعت ہے'' ''یہ سب جاہل ہیں'' آخر ہم کب خواب غفلت سے بیدار ہوں گے؟

ہم ان ''نان جویں'' پر گزارا کرنے والے مدرسین کی خدمت کرنے کے بارے میں نہیں سوچتے، ہمارا سرمایہ بزرگوں بلکہ مجذوبوں کے مزارات پر خرچ ہو رہا ہے، قوالوں اور نعت خوانوں پر نوٹوں کی بارش کی جاتی ہے، ہم صرف صوت اور صورت کو دیکھتے ہیں، ہم ڈھنگ اور آہنگ کو دیکھتے ہیں، ہم میلاد شریف، گیارہویں شریف کے نام پر بیسیوں دیگیں اور رنگا رنگ کھانے اور پھل تقسیم کر دیتے ہیں اور وہ بھی غرباء کو نہیں بلکہ مالدار دوستوں کو کھلا کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم مستحق جنت ہو گئے ہیں۔

ہم نہیں سوچتے کہ:

- ان تقریبات سے ہمارے اندر کیا انقلاب پیدا ہوا ہے؟
- کتنا خوف خدا پیدا ہو رہا ہے؟
- حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کا کتنا جذبہ پیدا ہوا ہے؟
- کتنے باصلاحیت اور غریب طلباء کی امداد کر کے ان کا علمی سفر آسان کیا

ہے؟

○—— کتنے دینی مدرسین کی خدمت کر کے ان کی تدریس میں معاونت کی

ہے؟

○—— اہل سنت وجماعت کا کتنا لٹریچر خرید کر فری تقسیم کیا ہے؟

○—— رضا اکیڈمی، لاہور جیسے فری لٹریچر تقسیم کرنے والے ادارے سے کتنا

تعاون کیا ہے؟

○—— اہل سنت وجماعت کے کس مدرسے کی طرف دست تعاون بڑھایا

ہے؟

○—— کون سی لائبریری قائم کی ہے؟ یا اہل سنت وجماعت کی کس لائبریری

سے تعاون کیا ہے؟

اگر ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کیا تو سمجھ لیں کہ آپ نے عصر حاضر کے تمام تقاضوں سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں، اور آپ نے علمی کام نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتنی تلخ اور کتنی سچی بات کہی

ہے؟

مالِ سُنّی بہرِ قوالی و عرس — مالِ نجدی بہرِ تعلیم است و درس

مالِ سُنّی بر قبور و خانقاہ — دیوبندی بر علوم و درسگاہ

○—— سُنّی کا مال قوالی اور عرس کے لیے ہے، جبکہ نجدی کا مال تعلیم اور درس

کے لئے ہے۔

○—— سُنّی کا مال قبروں اور خانقاہوں پر خرچ ہوتا ہے جبکہ دیوبندی کا مال

علوم اور درس گاہوں پر خرچ ہوتا ہے۔

آخر میں جناب سید محمد قاسم حسین شاہ صاحب اور ان کے رفقاء کی خدمت میں

گزارش کروں گا کہ آپ نے ''اصلاح محافل نعت'' کا بیڑا اُٹھایا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائے، لیکن یہاں تو ''تانی'' ہی بگڑی ہوئی ہے ''ظھر الفساد فی البرو البحر'' ہر طرف فساد ہی فساد پھیلا ہوا ہے، اس لئے اصلاح کی تحریک کو ہمہ گیر بنا کر جاری رکھیں، محافل نعت منعقد کرنے والوں کی اصلاح کریں، نقیبوں کی اصلاح کریں، بے عمل اور بے مقصد پیروں کی اصلاح کریں، خطباء اور واعظین کی اصلاح کریں، پھر عامۃ مسلمین کی بھی اصلاح کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت وتوفیق اور وسائل عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

یہ مقالہ ۲۶ ستمبر ۲۰۰۴ء بروز اتوار منعقد ہونے والی ''اصلاح محافل نعت کانفرنس'' منعقدہ الحمرا ہال نمبر 1، میں ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری نے پڑھا۔

بعض لوگوں کی مذہب اہل سنت سے دوری
(اسباب اور محرکات)

علامہ محمد ضیاء الرحمن قادری (انڈیا)

آج کے اس دورِ ترقی میں جب انسان اپنی کمندیں چاند پر ڈال چکا ہے اور کہکشاں کو توڑ لانے کی فکر میں سرگرداں ہے، ہر طرف مادیت کا دور دورہ ہے، جسے بھی دیکھئے وقت کی رفتار سے کچھ آگے ہی نکلنے کی کوشش میں شام وسحر حیران و پریشان کھڑا نظر آرہا ہے، ایسے حالات میں جہاں دیگر قومیں اپنے مذاہب سے بیزار نظر آرہی ہیں وہیں مذہب اسلام کے پرستار بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشادات اور اس کے برگزیدہ رسول کے ان مقدس خطوط سے برگشتہ نظر آرہے ہیں جس پر چل کر کسی زمانے میں ملت اسلامیہ کے جیالوں نے اسلام کے عقیدہ کو سروری وجہانبانی کا عقیدہ ثابت کر دکھایا تھا اور دنیا کو یہ باور کرنے پر مجبور کر دیا کہ اسلام کے نقوش ابدی اور اس کا نظام سرمدی ہے اور بادِ مخالف کے ہزاروں جھونکے بھی شجرِ اسلام کی شادابی کی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

لیکن عصر حاضر میں امت مسلمہ کے طرزِ حیات اور طریقہ زیست کو دیکھ کر آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں بہہ نکلتا ہے کہ آخر امت مسلمہ کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا اس کو زمانے کی نظر لگ گئی ہے؟ کبھی یہ خیال ناسور بن کر دل میں گردش کرتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ نسخہ لازوال جو رسول گرامی وقار علیہ ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا تھا اس نے اپنی اثر آفرینی ترک کر دی ہے، لیکن فوراً ہی دوسرا سوال نقش ذہن پر ابھر آتا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کیا نظام اسلامی کو شرف دوام حاصل نہیں؟ لیکن فوراً قرآن وحدیث کے لافانی نصوص ہماری چارہ سازی کرتے ہوئے ہمارے ان خیالات کی تردید کرتے ہیں، اور ہمیں یہ ذہن دیتے ہیں کہ ایسے خیالات قطعی طور پر شیطانی ہیں اور یقیناً اسلام کا نظام ابدی ہے، لیکن پھر وہی سوال ذہن ودماغ میں گردش کرنے لگتا ہے کہ پھر کیوں امت مسلمہ ذلت وپستی کے قعرِ عمیق میں

گرنا چاہتی ہے، اور آج کیوں امت مسلمہ کی اقبال مندی کا ستارہ افق عالم پر چمکتا نظر نہیں آتا؟ میں ابھی انہی خیالات میں غلطاں وپیچاں تھا کہ یکا یک قرآن مقدس کی ایک آیت نے ہماری آنکھیں کھول دیں، اور امت مسلمہ کی دکھتی ہوئی نبض پکڑلی، اور لوح ذہن پر یہ آیت کریمہ نقش ہوگئی:

"وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ"

(آل عمران، آیت ۱۳۹ جز:۴)

"سستی نہ کرو غم نہ کھاؤ تم ہی غالب رہوگے اگر تم مومن کامل ہو"

امت اسلامیہ کے انحطاط وادبار کے ایک سربستہ راز سے پردہ ہٹا، اور یہ درس ملا کہ مذہب سے دوری، مادہ پرستی، احکام خداوندی سے روگردانی ہی ہمارے زوال کی کہانی کا پس منظر ہے، یہاں پہنچ کر ہمارے ذہن میں ابھرنے والے چند سوالات کسی زخم کاری کی طرح کرب وآزار کا سبب بن جاتے ہیں، آخر آج ہماری قوم مذہب اہل سنت کا قلادہ اتار پھینکنے کے کیوں درپے ہے، آخر اس کے مضمرات کیا ہیں؟ ایک ابدی دین اسلام، اور مسلک حق اہل سنت وجماعت سے وابستگی کے باوجود ہماری قوم ہماری باتوں سے متنفر کیوں نظر آرہی ہے، ہم ان کی خدمت میں جو حقانی باتیں، قرآنی آیات اور سنت کے نصوص سے مرصع کر کے پیش کرتے ہیں اسے وہ فریب، دھوکہ، گورکھ دھندہ، اور نہ جانے کیسے کیسے گھناؤنے القابات سے یاد کرتی ہے، جب کہ خود ساختہ عقائد کے حاملین اپنے انہیں کج عقائد کو شربت کی شکل میں پیش کرتے ہیں تو اسے بطیب خاطر شربت روح افزا سمجھ کر نوش جاں کر لیتی ہے، کیا حق وباطل کے مابین خط امتیاز کھینچنے کی قوت سلب ہو چکی ہے۔ آخر اس کے اسباب وعوامل کیا ہیں؟ ذرا سی دماغی مشقت کے بعد یہ حقیقت ہم پر عیاں ہو جاتی ہے کہ اگر چہ ہم اہل سنت وجماعت کے عقائد وافکار، اصول وفروع، قرآن وسنت کی بنا پر استوار ہیں لیکن ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ پروپیگنڈہ اور ترجمانی کو دور حاضر

میں کسی بھی چیز کی نشر واشاعت میں بڑا دخل ہے چنانچہ پروپیگنڈہ کے بل پر غلط چیزیں بھی صحیح شکل میں نظر آنے لگتی ہیں اور صحیح باتیں اسی پروپیگنڈہ کے سبب غلط محسوس ہونے لگتی ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں ہمارے عقائد وافکار دلیل صحت سے مزین ہونے کے باوجود، ان کی صحیح ترجمانی نہیں ہو پا رہی، اور عملی طور سے جو تاثر لوگوں تک پہنچتا ہے وہ بہت افسوسناک ہے، جس کی بنا پر لوگوں کے نقش دل پر یہی اثر مرتب ہوتا ہے کہ ان ہی عملی آوارگی کے مجموعہ کا نام سنیت ہے، ان خرابیوں پر تفصیلی بحث سے قبل اس کا اجمالی خاکہ پیش کرنا ضروری ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۱) نماز سے بے انتہا بے رغبتی۔

(۲) بجائے فرائض وواجبات کے مستحبات ومستحسنات پر سختی سے عمل۔

(۳) مزارات مقدسہ پر منہیات شرعیہ کا ارتکاب کرنے کے باوجود اسی کو تمغہ سنیت سمجھنا۔

(۴) مقررین کا لوگوں کی ذہنیت اور مواقع کو سمجھے بغیر فلک شگاف نعروں کے سائے میں مصنوعی چیخ وپکار کے ساتھ تقریر کرنا۔

یہی وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر پوری جماعت اہل سنت کی بدنامی ورسوائی ہو رہی ہے، اور سنیت سے بیزاری کا داعیہ فروغ پا رہا ہے۔

نماز ہی کو لے لیجیے، قرآن واحادیث کے درخشندہ وتابندہ نصوص اس بات پر شاہد ہیں کہ نماز اہم العبادات ہے، نماز مومنوں کی معراج ہے، نماز سرکار دوعالم علیہ التحیۃ والثنا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اور کسی سے یہ بات مخفی بھی نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود ہماری اکثریت اس عظیم فریضہ کی ادائیگی میں حد درجہ کوتاہی میں ملوث نظر آتی ہے، جب کہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم سب سے زیادہ نماز پر عمل پیرا ہو کر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا کر رضائے الٰہی کے ساتھ رضائے نبوی کی عظیم دولت بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیتے، لیکن افسوس یہ ہے کہ نماز کے بارے میں اکثریت کوتاہی کا ارتکاب کرتے

ہوئے مستحبات پر زیادہ عمل پیرا ہوگئی ہے۔ ہماری کوتاہی اب ضرب المثل بن گئی ہے اور نتیجہ سادہ لوح افراد تک یہ تاثر پہنچ رہا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک نماز کوئی مہتم بالشان چیز نہیں ہے، اور پھر وہ متنفر ہو کر کسی اور مسلک سے منسلک ہو جانے میں ہی عافیت محسوس کرنے لگتے ہیں، کتنی عجیب بات ہے کہ ہم نماز کے سب سے پر زور داعی وحامی ہو کر بھی ہمارے تعلق سے یہ رجحان فروغ پا رہا ہے کہ ان کے یہاں نماز کی کوئی اہمیت نہیں ہے، کیا ہماری علمی بے راہ روی کے سبب راہ پانے والا یہ باطل خیال مزاج سُنّیت سے میل کھاتا ہے؟ کیا ہم وہی اہل سنت نہیں جن کے اکابر کی یہ تاریخ رہی ہے کہ وہ ساری ساری رات بارگاہ الٰہی میں جبین نیاز کو سجدوں میں جھکائے رکھتے تھے۔

یوں ہی ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم سختی کے ساتھ فرائض وواجبات کی پابندی کرتے اور اپنی پوری کوشش اس میں صرف کرتے کہ کسی بھی طرح اسلامی فرائض وواجبات ترک نہ ہونے پائیں اور پھر خدا ہمیں توفیق دیتا تو ہم مستحسن چیزوں پر بھی عمل پیرا ہو کر کونین کی ارجمندیوں سے بہرہ مند ہوتے، لیکن اس میدان میں بھی ہماری عملی حالت برعکس ہی نظر آتی ہے، ہم سلام، فاتحہ ودیگر امور پر سختی کے ساتھ عمل کرتے ہیں، ہم سے اگر کوئی فاتحہ ترک ہو جائے تو ہمیں احساس عصیاں ہونے لگتا ہے، لیکن جب فرائض وواجبات پر عمل کی باری آتی ہے تو ہم اس میں سب سے پیچھے نظر آتے ہیں اور اس کے ترک پر ہمیں وہ احساس زیاں بھی نہیں ستاتا ہے جو ہونا چاہئے، اور اس کا اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور وہ یہ باور کر لیتے ہیں کہ اہل سنت کے یہاں فرائض وواجبات کے مقابل مستحب و مستحسن اعمال کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے، اور ان کے نزدیک ان کی اہمیت بھی زیادہ ہے، جب کہ اس نظریئے کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، آخر اس طرح کے خیالات رکھنے والوں کے خیالات کو اس وقت اور استحکام مل جاتا ہے جب ہم یہ یقین کر بیٹھتے ہیں کہ کوئی فرائض وواجبات پر عمل کرے یا نہ کرے اگر وہ ان پسندیدہ چیزوں کو عملی زندگی میں شامل

نہیں کرتا، تو وہ دائرۂ سُنّیت سے خارج ہے، یا کم از کم وہ متصلب سنی نہیں ہے، حالانکہ یہ ایک بیہودہ خیال کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

(۲)— جہاں تک مزارات مقدسہ کا سوال ہے تو وہ اور ہی ابتری کے شکار ہیں، جس کا ذ چاہے وہ جا کر مشاہدہ کر لے کہ یہ مزارات مقدسہ جہاں کی حاضری حصول برکات کا ذ یہ اور موجب سعادت ابدی ہے، وہیں لوگ کس جرأت و بے باکی کے ساتھ حدود شرعیہ کی پامالی کرتے نظر آتے ہیں، اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو زیارت و آداب سے ادنیٰ واقفیت بھی نہیں رکھتے اور پھر ایسی حالت میں کچھ لوگ سجدے کی حالت میں نظر آتے ہیں، تو کچھ لذتِ طواف سے آشنائی حاصل کرنے میں روحانی سکون محسوس کرتے ہیں، مزاروں کے مجاورین مزارات کی صفائی کے لئے مخصوص جاروب سے نوجوان لڑکیوں کے رخساروں پر پھیرا لگاتے ذرا بھی خوف خدا محسوس نہیں کرتے، حاضری دینے والیاں تو یقین رکھتی ہیں کہ وہ اس طرح سے صاحبِ مزار کے فیضان سے مستفید ہو رہی ہیں، لیکن انہیں اس کا کیا احساس کہ خود ان کی حاضری کتنی لعنتوں کا سبب ہے؟ اور اس سے صاحب مزار کے فیوض و برکات سے مالا مال ہونے کے بجائے اس سے محرومی ہی ہاتھ آتی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ جو لوگ مزارات پر سجدہ کرتے ہیں وہ بہ نیت عبادت کرتے ہیں، نہیں ہرگز نہیں، اگر ایسا ہو تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائیں گے، لیکن سجدہ بہ نیت تعظیم ہی کا شریعت محمدی میں کیا جواز ہے، کیا ہمارے علمائے اہل سنت کی تصنیفات اس کے حرام ہونے کی ناطق نہیں ہیں، تو پھر ایسا کیوں؟ لوگوں کو ایسی حرکتوں سے عام افراد تک یہ تاثر پہنچتا ہے کہ شاید سنیوں کی شریعت میں اس کا کوئی جواز موجود ہے، اور بس اہل سنت کی کتابوں کا مطالعہ کئے بغیر وہ ان کے صحیح عقائد و افکار سے نفرت زدہ ہو جاتے ہیں اور یہ باور کر لیتے ہیں کہ سُنّیت سے منسلک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہی سارے رسوم باطلہ انہیں بھی انجام دینے ہوں گے اور بڑی افسوسناک بات یہ ہے کہ ایک طرف ایسی غلط باتوں کی

وجہ سے تو ہم اہل سنت کی امیج خراب ہو رہی ہے لیکن ہمارے مشائخ اپنی مشیخت کی دکان چمکا کر لذت عیش دوراں سے محظوظ ہو کر خواب نوشیں سے بہرہ مند ہونے میں مصروف ہیں اور اپنے آباء واجداد کے مزارات پر مکمل دسترس رکھنے کے باوجود شام وسحر انجام پانے والے غیر شرعی امور کے سیلاب پر بند باندھنے کے لئے زیارت وآداب کا ایک بورڈ بھی آویزاں کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے اور نہ مستقبل میں ایسی کوئی امید نظر آرہی ہے، اور اگر معاملہ ایسا ہی رہا تو ہمارے مشائخ عظام کو کل قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں جواب دہی کے لئے ابھی سے ذہنی طور پر تیار رہنا ہوگا۔

(۳)——وعظ تقریر کا زمانہ دراز سے مذہب کی تبلیغ واشاعت میں ایک نمایاں رول رہا ہے، لیکن عصر حاضر میں مقررین کا بھی عجیب رویہ بن چکا ہے ان کی تقریر کا دائرہ محض چند رٹے رٹائے الفاظ، مخصوص تراکیب، چند چیدہ اشعار، اور فلک شگاف چیخ وپکار میں منحصر ہو کر رہ گیا ہے، نہ موقع کی مناسبت کا لحاظ، نہ لوگوں کی ذہنیت کی پروا، بس کرسیٔ خطابت پر تشریف لائے اور پورے گھن گرج کے ساتھ کسی ریکارڈ شدہ کیسٹ کی طرح بولتے رہے، فلک شگاف نعرے لگوائے، قوم کی واہ واہ لوٹی، اور پھر اسٹیج سے اتر آئے، تقریر سے قوم کو کیا ملا؟ اس سے کوئی واسطہ نہیں، وہی لوگ جو درمیان خطابت نعرۂ توحید ورسالت لگاتے نہیں تھکتے، اگر ان سے جلسہ کے اختتام پر پوچھ لیا جائے کہ فلاں مقرر نے کیسی تقریر کی؟ تو برجستہ بول اٹھیں گے کہ بہت شاندار تقریر تھی، بہت اچھی اچھی باتیں بیان ہوئیں اگر اسی برجستگی کے ساتھ یہ دوسرا سوال بھی کر لیا جائے کہ ان کی بتائی کچھ اچھی باتیں ہمیں بھی بتائیں، تو وہ سر کھجلاتے ہوئے نظر آئیں گے، کیا دعوت واصلاح کا یہی طریقہ قرآن نے ہمیں دیا ہے، کیا سنت نبوی کی تعلیمات اس امر کی اجازت دیتی ہیں کہ فجر تک جلسہ کریں اور نماز فجر پڑھے بغیر اس طرح محو خواب ہو جائیں کہ ظہر سے بھی غفلت ہو جائے؟ کیا اس طرح کے جلسوں کی اسلام میں کوئی گنجائش ہے؟

یہی وہ اسباب وعوامل ہیں جن کی بنا پر لوگ غلط عقائد کو بھی صحیح سمجھ بیٹھے ہیں اور اہل سنت سے متنفر نظر آتے ہیں، جب کہ ان سبھی چیزوں کا سُنیت سے دور کا بھی علاقہ نہیں ہے، ان باتوں کو پیش کرنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ ہماری عملی آوارگی کی وجہ سے اہل سنت کے تعلق سے فروغ پانے والے غلط رجحان پر روک لگائی جا سکے، اور لوگوں کی آنکھیں کھلیں، اور عملی اصلاح کے لئے آمادہ ہوں، چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب مل جل کر ایسی تمام برائیوں کی اصلاح کے لئے جہد مسلسل کریں جو ہمارے معاشرے میں قدم جما چکی ہیں اور غلط پروپیگنڈہ کا سبب بن کر ہمارے مذہب کی ترقی کی راہ میں حائل ہو کر رکاوٹیں پیدا کر رہی ہیں اور یاد رکھیں کہ اگر ہم اس عظیم کام کے لئے آمادہ عمل نہیں ہوئے تو تاریخ اور آنے والی قوم ہمیں معاف نہیں کرے گی اور ہمیں ایک خسارے کے لئے تیار رہنا ہوگا، جس کا تعلق صرف کسی فرد یا جماعت سے نہیں بلکہ وہ ایک آفاقی و عالمی خسارہ ہوگا، اور وہ خسارہ امت کی گمراہی کا ہوگا، جس کے لئے ہم سب کو اللہ کے حضور جواب دینا ہوگا، اور وہاں کوئی حیلہ سازی پروانہ نجات نہ دلا سکے گی، اور سر حشر خیر امت ہونے کے باوجود اپنی رسوائی کے جنازے پر ماتم کرنا ہوگا۔

کاش ہم عملی طور پر اسلاف کا دامن مضبوطی سے تھام لیتے، اور ان کی حیات طیبہ کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کر کے کذب و دروغ کا پردہ فاش کر دیتے، کاش ہمارے ارباب مشیخت خود ساختہ خم خانہ تقدس سے نکل کر مزارات پر انجام پانے والی غلط کاریوں کے سد باب کے لئے کوئی لائحۂ عمل تیار کرتے، کاش ہمارے خطباء اپنی خطابت میں شعلہ بیانی کے ساتھ ساتھ روح اسلاف کو بھی زندہ رکھتے، تو آج یہ منحوس دن دیکھنے کو نہ ملتا۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

ملت اسلامیہ کے لیے روح پرور اور نشاط انگیز ارمغان

محافلِ میلاد میں بیان کی جانے والی حدیثِ نور اور حدیثِ نفی سایہ اپنی صحیح سندوں کے ساتھ منظر عام پر جگمگانے لگیں

مُصنّف عبدالرزاق

کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب

از: جلیل القدر حافظ الحدیث امام ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی یمنی

امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے شاگرد امام احمد بن حنبل کے استاد،

امام بخاری اور مسلم کے استاذ الاستاذ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

(ولادت ۱۲۶ھ...... وفات ۲۱۱ھ)

تحقیق و تقدیم

ڈاکٹر عیسیٰ ابن عبداللہ ابن مانع حمیری مدظلہ العالی

سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف و امور اسلامیہ، دبئی

پرنسپل امام مالک شریعہ اینڈ لاء کالج

تقریظ

محدث جلیل ڈاکٹر محمود سعید ممدوح مصری شافعی مدظلہ العالی (دبئی)

ترجمہ و تقدیم

شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ، لاہور

برادرانِ اسلام کے لئے دعوت غور و فکر

اسلام کی بنیادی تعلیم صرف لا الہ الا اللہ نہیں ہے اور نہ صرف محمد رسول اللہ ہے، بلکہ دونوں کا مجموعہ اسلام کی بنیادی تعلیم ہے، مسلمان کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت رکھے ان کی اطاعت کرے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں پر عمل کرے۔

جب کہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ بعض لوگ محفل میلاد اور محفل نعت تو منعقد کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے ذکر اور اس کی اطاعت کی بات ہی نہیں کرتے، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا نام ہی نہیں لیتے، حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریف آوری کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا تھا، اس اہم نکتے کی طرف توجہ دلانے کے لئے عالم اسلام کی عظیم اور عبقری شخصیت شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ نے چند مقالات لکھے ہیں جن کا مجموعہ **"خدا کو یاد کر پیارے"** کے نام سے اصلاح کے جذبے کے تحت شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اشاعت کو قبول فرمائے اور اس کا ثواب ہمارے والد گرامی **معراج دین مرحوم** کو عطا فرمائے اور اسے برادران اسلام کے لئے مفید بنائے۔